ماہنامہ
الرشد
لاہور
نومبر ۱۹۸۹

کیا ہوٹلوں کا کھانا پاکیزہ ہوتا ہے؟ — صفحہ ۵

وہ قوم
ہرگز کامیاب نہ ہو
گی جس نے ---------
صفحہ ۲۳

ہم نے پورے روئے زمین پر اللہ
کا نام پھیلا دیا ہے۔ آگے
آپ ہمت کریں
صفحہ ۳۴

رونیات وحیات:
چولہا گرم کرنے
سے لیکر کاروبارِ
سلطنت تک — صفحہ ۲۳

نومبر کے پروگرام میں

تبدیلی

صفحہ ۳۳ پر طبع شدہ پروگرام میں تاریخوں کی تبدیلی
نوٹ کر لیں

۴۔ نومبر۔ ہفتہ سیالکوٹ میں قیام ایک رات
۵۔ نومبر۔ اتوار گوجرانوالہ میں قیام دو رات
۸۔ نومبر۔ بدھ لاہور میں قیام ۳ رات
۱۱۔ نومبر۔ ہفتہ بہاولپور میں قیام ایک رات
۱۳۔ نومبر۔ سوموار ڈیرہ غازیخاں میں قیام ایک رات
۱۴۔ نومبر۔ منگل ملتان میں قیام ایک رات
۱۵۔ نومبر۔ بدھ عبدالحکیم میں قیام ایک رات
۱۶۔ نومبر۔ جمعرات واپسی براستہ اٹھارہ ہزاری

ماہنامہ

المرشد

لاہور

یکے از مطبوعات: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ۔ دار العرفان۔ منارہ۔ ضلع چکوال

شمارہ : ۴
جلد : ۱۱

نومبر سنہ ۱۹۸۹ء
ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۰ھ

بدلِ اشتراک

فی پرچہ	۱۰ روپے
ششماہی	۵۵ روپے
چندہ سالانہ	۱۰۰ روپے
تاحیات	۷۰۰ روپے

غیر ملکی

سری لنکا۔ بھارت، بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	۵۰ سعودی ریال
تاحیات	۳۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپی ممالک	۱۰ سٹرلنگ پونڈ
تاحیات	۵۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ اور کینیڈا	۲۰ امریکن ڈالر
تاحیات	۱۰۰۔ امریکن ڈالر

رقم / چندہ مضامین برائے اشاعت، تبصرے، شکایات اشتہارات وغیرہ

بھیجنے کے لیے

المرشد، دیگر مطبوعات اور کیسٹ وغیرہ

منگوانے کے لیے

انچارج اویسیہ کتب خانہ

الوہاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اُردو بازار لاہور۔ فون ۲۲۰۳۵۷

ماہنامہ **المُرشد** کے:

باني : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ نشر و اشاعت: پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم
ناظم طباعت : سیّد اکرام الحق

فہرست

اداریہ ۴
رزقِ حلال ۵
روحانی زندگی ۱۳
عورت کی سربراہی ۲۳
اُبھرتے ڈُوبتے سُورج (تیسری قسط) ۳۰
شیخ المکرم کا خطاب ۳۴

شعبۂ اشتہارات

ناظم اشتہارات : سیّد اکرام الحق	لاہور	ٹیلیفون	۲۲۰۳۵۷
تاج رحیم	لاہور	"	۸۷۷۲۴۹
نصراللہ بُٹر	گوجرانوالہ	"	۸۸۴۴۴
امان اللہ ملک	گجرات	"	۳۴۶۶
عبدالجبّار ایڈووکیٹ	فیصل آباد	"	۲۴۱۵۵ ۴۱۱۵۶
زاہد محمود	راولپنڈی	"	۸۴۵۴۷۵
لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محبوب خان	کراچی	"	۵۴۴۹۹۰

آرٹ : محمّد علی شاد مناوری
خطاطی : ظفر اقبال
سرورق : صلاح الدین ایوبی
پبلشر : حافظ عبدالرزّاق
پرنٹر : عالمین پرنٹنگ پریس لاہور

اداریہ

برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کا جو عمل اورنگ زیب کے بعد شروع ہوا تھا وہ اب عروج تک پہنچتا نظر آرہا ہے۔ زوال بھی ایک نشہ ہے کہ یہ قوم اپنی موت کی اذیت میں بھی لذت محسوس کر رہی ہے۔ زوال کے اس عمل کے آخری مراحل میں پاگل پن کی شدت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ وہ اپنے جسم کو نوچنے، زخمی کرنے اور زیادہ اذیت دینے میں تسکین پارہی ہے۔ ہر طرف جو انارکی ہے، لوٹ مار ہے، قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ تو یہ ملک میں بسنے والی قوم پر نزع کا وقت بھی تو ہے۔

اس ملک میں جمہوریت کی پیدا کردہ حکمرانوں کی حالت کسی مردار جانور پر کتوں کی لڑائی کا منظر پیش کر رہی ہے جو اس قوم کے مردہ جسم سے موٹی بوٹی نوچنے کی خواہش میں ایک دوسرے پر غرّا رہے ہیں، گتھم گتھا ہیں۔ وہی منظر، وہی فطرت۔ جہاں جاؤ افراتفری ہے۔ لٹنے والا تو گیا لٹیرا بھی غیر محفوظ ہے۔ پولیس کے ظلم و تشدد سے کوئی شہری محفوظ نہیں۔ انصاف کی عدالتوں سے ظالموں کو ظلم کرنے کے اجازت نامے جاری ہوتے ہیں۔ سمگلروں، رشوت خوروں، ظالموں اور دشمنوں کے تحفظ کو حکومت نے اپنا فرض بنا لیا ہے۔ رشوت ہر سرکاری ملازم، وزیر و مشیر کا سرکاری حق بن چکا ہے۔ یہاں تک کہ وزیر اعظم جیسی ہستی اپنا مقام قائم رکھنے کے لیے رشوت دینے پر مجبور ہے تو مظلوم کہاں جائے؟

کوئی چوراہوں میں بم رکھ جاتا ہے، کوئی بھرے بازار میں کلاشنکوف چلا کر خوش ہو جاتا ہے۔ جس کے پاس کلاشنکوف نہیں وہ رات کے اندھیرے میں ہتھوڑا چلا کر اپنے ذوق کی تسکین کر لیتا ہے۔

نفرتوں اور جرائم کی بدبو سے بوجھل اس فضا میں محبت اور اللہ اللہ کرنے والے بھی موجود ہیں۔ جن کو ایسی عجیب نظروں سے دیکھا جاتا ہے جیسے وہ کسی اور سیارے کی مخلوق ہو۔ کسی قوم کے مردہ ہونے کی یہ بھی ایک نشانی ہے کہ وہ اللہ والوں کو پہچان نہیں پاتی۔ ورنہ قوم میں زندگی کے آثار یہی لوگ ہیں۔ اس قوم کے مردہ جسم کو اگر اللہ نے دوبارہ زندگی بخشی تو وہ انہی گنتی کے چند افراد کی محبت اور خلوص کا صلہ ہو گا۔

تاج رحیم

رزقِ حلال

حضرت مولانا محمد اکرم

اسلام دینِ برحق ہونے کے ساتھ ساتھ دنیوی اعتبار سے بھی زندگی گزارنے کا بہترین خوبصورت اور پُر لطف طریقہ ہے اور یہ ذکر اذکار یہ مجاہدے یہ محنتیں حصول توجہ حصول برکات یہ اس لئے ہے کہ جو اسلام اللہ کریم نے ہمیں نصیب فرمایا ہے اور جو ایمان نصیب ہُوا ہے ہم اُسے اور نکھاریں۔ یعنی یہ حسن اسلام کے لئے ہے اسلام پہلے خود حُسن ہے بنیادی بات تو یہ ہے کہ اسلام بجائے خود زندگی کا بھی حُسن ہے موت کا بھی حسن ہے اور مابعد الموت کا حُسن بھی اسلام ہے۔ اسلام ایک حُسن دوام کا نام ہے لیکن اس کے بھی مدارج ہیں ہر چیز کے درجے ہوتے ہیں تو اُس کے اعلیٰ مدارج کو پانے کے لئے محنت کی جاتی ہے کوشش کی جاتی ہے اُس کوشش کا اُس فن کا نام تصوف ہے۔

اگر اس خیال سے اتفاق کیا جائے تو اس بات کی یکسر نفی ہو جاتی ہے کہ تصوف کے لئے آدمی کھانا چھوڑ دے یا کام کرنا چھوڑ دے یا گھر سے الگ ہو جائے یا دنیا سے علیحدگی اختیار کرے ان چیزوں کی تو قطعی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تو زندگی سے فرار کے راستے ہیں۔ اور پھر زندگی سے جو فرار اختیار کرے گا، اُس کی زندگی میں حُسن کہاں سے آئے گا۔ اگر زندگی ہی نہیں ہوگی معاملات ہی نہیں ہوں گے کاروبار حیات ہی نہیں ہوگا۔ یہ اس طرح کی جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں اُن کا تعلق دو طرح کی چیزوں سے ہے۔

ایک بات بنیادی یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے نفس کو بالکل کچل دینے کے لئے اُسے بالکل مغلوب کرنے کے لئے بہت سخت مجاہدے کئے لیکن یہ سارے مجاہدے اختیاری تھے اپنی مرضی سے تھے یعنی رب جلیل نے رمضان کے روزے فرض کئے اب کوئی شخص اپنی عاقبت اس میں سمجھتا ہے کہ میں سارا سال روزہ رکھوں اگر مَیں روزہ نہیں رکھوں گا تو میرا نفس بغاوت کر دے گا۔ میرا نفس اطاعت نہیں کرے گا۔ میں گناہ میں مبتلا ہو جاؤں گا تو یہ اُس کا ذاتی فیصلہ ہے جو وہ اپنے آپ پر تو لاگو کر سکتا ہے کسی دوسرے پر نہیں کیونکہ اپنے آپ کے لئے ممکن ہے اُس کے پاس جواز موجود ہو لیکن کسی دوسرے پر نہیں کہ کسی دوسرے کو وہ غیر رمضان کے لئے روزوں پر مجبور کرے یہ وہ نہیں کر سکتا۔ بعض صوفیاء نے اس طرح کے مجاہدے کئے جو شرعاً ضروری بھی نہیں اُن کے کرنے کی کوئی تاکید بھی نہیں کی

گئی اور اگر کوئی اختیار کرے تو وہ چونکہ اپنی مرضی سے ہے اُن کی کہیں ممانعت بھی نہیں ملتی۔

مثلاً جو چیزیں کھانا حلال ہیں اُن کا کھانا حلال ہے فرض تو نہیں ہے۔ اب ایک میڈیکل سپیشلسٹ ہے وہ ہمارے جسم کی صحت سے واقف ہے تو ہمارے جسم کی بعض جو خرابیاں کہہ لیں آپ یا بعض بیماری کے آثار کہہ لیجئے انہیں دیکھ کر اگر وہ ہمیں ایک چیز کھانے سے روک دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُس کا کھانا ساری انسانیت کے لئے منع ہو گیا وہ چیز شرعاً حرام ہو گئی وہ تو اُس ایک آدمی کے جسم میں ایک خرابی ہے اور اُس خرابی سے بچنے کے لئے یا مزید بگاڑ سے بچنے کے لئے وہ اُس سے احتراز کرتا ہے شرعاً اُس پر بھی وہ حرام نہیں ہے۔ اسی طرح روحانی امور میں بھی بعض لوگوں کے لئے اُن کے مشائخ نے، بعض لوگوں نے اپنی ذات کے لئے اپنے آپ کو، بعض امور میں اپنے نفس کو بعض امور میں سرکشی پہ مائل پایا تو اس کا انہوں نے علاج کرنے کے لئے بعض سخت مجاہدے اختیار کئے کہ اس میں سے گزر کر یہ سرکشی چھوڑ دے۔ تو اب اُس کی ضرورت اُس مرض کے مریض کے لئے ہے ہر آدمی کے لئے نہیں اور وہ بھی ایک علاج ہے وہ فرض تو نہیں اور ہر شخص کا مرض ایک جیسا ہونا اور ہر مریض کا علاج ایک جیسا ہونا ضروری تو نہیں۔

ایک شخص کو ایک دوا شفا دیتی ہے لیکن وہ دوا دوسرے شخص کے لئے موت کا باعث بن سکتی ہے اس لئے ہر آدمی کی ایک دوا تو نہیں ہوتی تو جس طرح جسمانی صحت کے لئے بعض چیزوں سے پرہیز کرا دی جاتی ہے بعض مریضوں کو اسی طرح صوفیاء نے بھی بعض لوگوں کو بعض باتوں میں اگرچہ وہ جائز تھیں حلال تھیں لیکن اُن کی اصلاح کے لئے انہیں پابندی کرائی گئی۔

کچھ برصغیر میں ایک بات اور بھی ہوئی جیسا کہ آپ میں سے بیشتر احباب جو مطالعہ کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہمارے آج کے جو مدعیان تصوف میدان میں ہیں میں نے جن کے بیشتر مضامین پڑھے ہیں اور تقاریر بھی سنی ہیں اور پڑھتا رہتا ہوں جو جو کچھ اس موضوع پہ شائع ہوتا ہے۔

دورِ حاضرہ کے بہت بڑے مدعی تصوف، محقق ہونے کا جو دعویٰ کرتے ہیں اُن کی جو بات سُنی اُس میں بھی یہی تھا اُن کے خیال میں تصوف کا کمال یہی ہے کہ آدمی جو عام آدمی دُور و نزدیک کی بات نہیں سُن سکتا یا دُور و نزدیک کی چیز نہیں دیکھ سکتا، صوفی مجاہدہ کرنے سے، بھوک کاٹنے سے کم سونے سے، دل کی طرف متوجہ رہنے سے، اُس کے دل میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اُس چیز کو پا سکتا ہے۔ دیکھ سکتا ہے مثلاً یہاں بیٹھا ہوا یورپ کی بات بیان کر دیتا ہے یہاں بیٹھا ہوا کراچی یا لاہور کا حال بیان کر دیتا ہے یا کبھی کوئی مستقبل کی بات بیان کر دیتا ہے یا گذشتہ حالات میں سے کوئی چیز دیکھ لیتا ہے۔ تو میں نے انہیں چھٹی بھی لکھی تھی میں نے انہیں لکھا تھا کہ یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کے لئے تو ایمان بھی شرط نہیں ہے یہ تو جو کافر ہندو جوگی محنت کرتے تھے یہ چیز تو انہیں بھی حاصل ہو جاتی تھی چونکہ کوئی آدمی بھی اگر بھوک کاٹنا شروع کر دے وہ سونا چھوڑ دے اور اپنے آپ کو ہر وقت بیدار رکھے تو اس مجاہدے کی شدت سے ایک تو اُس کے خون میں جو فیٹس ہیں چربی قسم کی چیز ہوتی ہے وہ کم ہو جاتی ہے اُس کا خون پتلا ہو جاتا ہے اور خون کے پتلا ہونے سے اُس کے ذہنی قوا بھی کمزور ہو جاتے ہیں اور ذہن بیک وقت ویسے بھی کسی طرف متوجہ نہیں رہ سکتا لیکن اُس کا ذہن بالکل ہی اُسے ایک جگہ مرتکز کیا جائے تو ایک جگہ جم جاتا ہے اُس میں دوسری طرف ہلنے کی طاقت ہی نہیں رہتی تو وہ ایک جگہ متوجہ رہنا جو ہے وہ ذہن سے اُس چیز کے حجابات اُٹھا دیتا ہے۔

لیکن اگر ایمان نصیب نہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کے انوارات نصیب نہ ہوں اور وہ نور نصیب نہ ہو تو بالائے آسمان نگاہ نہیں پہنچتی برزخ کا حجاب نہیں کھلتا فرشتہ نہیں آتا آخرت نظر نہیں آتی قبر کے اندر کا حال معلوم نہیں ہوتا دنیا پہ ہی وہ چیزیں آدمی دیکھ سکتا ہے جو مادی آلات کی رسائی میں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً اُس وقت یہ بہت عجیب بات تھی اب سٹلائیٹ وغیرہ آ گئے ہیں اُس سے آپ بہت دُور دیکھ لیتے ہیں آپ یہاں بیٹھے ہوئے دنیا کے دوسرے گوشے پہ میچ ہو رہا ہے یہاں آپ اپنے سیٹ پہ دیکھ رہے ہیں اس کے لئے ایک سیٹ کا ہونا ضروری ہے جس طرح آپ نے ٹی۔وی سیٹ خرید لیا اُس طرح ایک مجاہدہ کرنے والے نے مجاہدہ کر کے اپنے اندر ایک قوت ڈویلپ کر لی یہ تو ہندو بھی کر لیتے ہیں۔

مسلمان میں اور ہندو میں فرق یہ ہے کہ مسلمان کو ان چیزوں کے لئے نہ بھوک کاٹنے کی ضرورت ہے نہ اپنے آپ کو کسی ایذا میں مبتلا کرنے کی ضرورت ہے نہ اُسے کسی تکلف میں پڑنے کی ضرورت ہے بلکہ اُسے ضرورت دو چیزوں کی ہے ۔ نورِ ایمان اور برکات نبوی ۔ اُس کے ساتھ اُس کی زندگی اُسی طرح کی برابر لائف رہے گی جس طرح کی اُس کی زندگی نارمل ہے اُسی طرح کی زندگی رہے گی اُس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں کسی حلال کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں کسی غیر ضروری کام کو اپنانے کی اُسے ضرورت نہیں ہے اسلام میں یہی تو کمال ہے ۔ کہ جو کچھ وہ دیکھتا ہے ۔

اپنے اُس مجاہدے یا اُس مشقت سے نہیں بلکہ اُن انوارات کی برکت سے دیکھتا ہے جو تجلیات باری اُس کے دل میں مترشح ہوتی ہیں ۔ اور اُن کی مدد سے جب وہ دیکھتا ہے تو صرف دور نزدیک نہیں دیکھتا بلکہ وہ بالائے عرش تک دیکھتا چلا جاتا ہے آخرت کو دیکھتا ہے تو اُس کے دوسرے سرے تک دوسری انتہا تک دیکھتا چلا جاتا ہے تو یہ فرق ہے ۔

ہاں تو جو مجاہدہ کرایا جاتا ہے وہ نفس کی اصلاح کے لئے ضروری ہوتا ہے اور آدمی یہ سمجھتے ہوئے کہ ایسا کام کرنے سے یا ایسی مجلس میں رہنے سے یا ایسے لوگوں میں ملنے سے یا ایسی جگہ جانے سے مجھے یہ نقصان ہونے کا اندیشہ ہے تو اُس کے وہاں سے بچ جانا ضروری ہو گیا ۔ ورنہ بڑا آسان اور سیدھا سادا قانون ہے ۔

جو چیزیں اللہ جل شانہٗ نے تمہارے لئے حلال کر دی ہیں انہیں اپنے اُوپر حرام مت کرو ۔ یعنی یہ کوئی نیکی نہیں ہے ۔ اللہ نے جو نعمتیں حلال کی ہیں اُس نے تجھے رزق دیا ہے تمہارے پاس اختیار ہے تم خرید سکتے ہو تم پہن سکتے ہو تم کھا سکتے ہو تم رہ سکتے ہو اچھا شریفانہ لباس پہن سکتے ہو پھر اچھا مکان بنا سکتے ہو اچھا شریفانہ کھانا کھا سکتے ہو تم اس لئے نہ پہنو کہ اس طرح زیادہ ثواب ملے گا یا اس لئے اچھا گھر نہ بناؤ کہ اس میں زیادہ ثواب ملے گا ۔ تو فرمایا نہیں یہ کوئی ثواب حاصل کرنے کا طریقہ نہیں ۔

تو پھر ثواب کس میں ہے فرمایا اللہ کی نعمتیں جو اللہ نے حلال کی ہیں پاکیزہ چیزیں استعمال کرو لیکن یاد رکھو وَلَا تَعْتَدُوْا ۔ استعمال میں سے نہ بڑھ جاؤ استعمال کرو اسراف نہیں ۔ اسراف ہوتا ہے وہ خرچ جو غیر ضروری ہو یعنی شریفانہ لباس ہے آپ اپنے معیار کے مطابق قیمتی کپڑا پہن لیتے ہیں یہ تو ٹھیک ہے لیکن ایک آدمی آج کے لئے دس جوڑے بنا لیتا ہے صبح پہنتا ہے شام کو پھینک دیتا ہے دوسرے دن دوسرا پہنتا ہے شام کو پھینک دیتا ہے امیر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو ضائع کرنا شروع کر دے ۔ استعمال کرے لیکن ضائع نہ کرے ۔

یعنی اسلام یہ ہے کہ نہ تو تم اُن نعمتوں کو ترک کر دو اپنے اُوپر حرام نہ کرو جو اللہ نے حلال کی ہیں انہیں حرام کرنا بھلا کہاں کی بھلائی ہے بلکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ادائے شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جو نعمت اللہ نے تجھے دی ہے اُس کا اظہار ہو اللہ نے تمہیں اگر اختیار دیا ہے تو غریبوں کی داد رسی کرو تمہارے اختیارات کا اظہار ہو کہ یہ صاحب اقتدار ہے لیکن کسی پر ظلم کرتے نہیں ، ظلم کرو گے تو یہ حد سے گزرنے والی بات بن جائے گی جس سے اللہ منع فرماتا ہے لَا تَعْتَدُوْا ۔ حد سے مت گزرو ۔ لیکن اس اقتدار کو آپ حق پرستی میں عدل پروری میں اور غریب پروری میں اور لوگوں کی فریاد رسی میں خرچ کرتے ہیں تو یہ عین شکر کرنے کا صحیح طریقہ ہے کہ اللہ نے آپ کو اقتدار دیا آپ اُس کا شکر ادا کر رہے ہیں ۔ اسی طرح اللہ کریم نے دولت دی ہے تو دولت مند کا طریقہ شکر یہ ہے کہ اُس کے لباس سے اُس کے رہن سہن سے اُس کے اخلاق سے اُس کے میل جول سے اُس کی جو حیثیت ہے اُس کا اندازہ ہو زکواۃ ادا کرے وہ مساکین پر صدقہ کرے اُس کے گھر کے گرد کوئی غریب بھوکا نہ سوئے وہ کسی بیمار کی خبر گیری کرے اور اگر کسی کو نظر آئے تو اچھے حال میں نظر آئے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے اس پر اللہ کا احسان ہے ، اُس دولت کو چھپا کر پھٹے ہوئے کپڑے پہن کر آپ کوئی پہلے نیکی نہیں کما سکتے ۔ ہاں اُس دولت سے آپ بھانڈ نچانا شروع کر دیں اُس دولت کو آپ ضائع کرنا شروع کر دیں تو یہ حد سے گزرنا ہو گا جس کی اجازت نہیں ۔

اس طرح اللہ کریم نے علم دیا ہے تو آپ کسی سے بات ہی نہیں کرتے یہ درست نہیں ہے اگر اللہ نے علم دیا ہے تو آپ دوسروں تک اللہ کی بات پہنچا نیں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پہنچائیں یہ اُس علم کے ادائے شکر کا اصل طریقہ ہے کہ عملی طور پر آپ اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں۔ اللہ نے اگر کوئی برکات عطا کی ہیں کوئی کمال عطا فرمایا ہے تو وہ آپ کی جاگیر نہیں ہے آپ دوسروں کو بتائیں دوسروں تک اُسے پہنچائیں وہ ہر مسلمان کا حق ہے اُس میں حصہ ہے۔

تو یہاں اس آیت کریمہ نے یہ بات متعین کر دی کہ کوئی بھی ایسا مجاہدہ اختیار کرنا جو آدمی کو خواہ مخواہ کی تکلیف میں مبتلا کرے وہ شرعاً ضروری نہیں ہے اور نہ وہ تصوف کا حصہ ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی اور فرد کو کسی خاص روحانی مرض میں مبتلا دیکھ کر اُس کے لئے اُس کا شیخ یا کوئی صاحب فن جس سے اس موضوع پہ مشورہ لے رہا ہے کوئی شے بطور علاج تجویز فرما دیتا ہے۔

جیسے مولانا تھانوی رحمتہ علیہ کے پاس کسی نے شکایت کی کہ حضور میں فلاں گناہ میں مبتلا ہوں اور اس سے بچ نہیں سکتا تو آپ نے اُسے علاج یہ بتایا کہ تم اس موضوع پر وعظ کیا کرو۔ یعنی جب تم بار بار لوگوں کو منع کرو گے تو اللہ تم پر یہ مہربانی کر دے گا کہ تمہارے اپنے اندر اس سے بچنے کی قوت پیدا ہو جائے گی تم میں اللہ حیا پیدا کر دے گا۔ ایک بزرگ نے ایک آسان علاج تجویز کر دیا۔

بخاری شریف میں موجود ہے ایک شخص نے بہت سے جرائم کرنے کے بعد کسی صوفی کے پاس پہنچ کر توبہ کی تو انہوں نے اُس پر ایک پابندی عائد کر دی کہ واپس اپنے لوگوں میں اپنے ماحول میں مت جاؤ کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ اُس طرف نیک لوگ رہتے ہیں۔ یہ شرعاً ضروری نہیں تھا لیکن اُن کی مراد یہ تھی کہ وہاں ایک ماحول ہے جس میں اس کا ایک کردار ہے یہ وہاں جائے گا تو وہ لوگ پھر اس سے وہی سلوک کریں گے جو پہلے کرتے تھے وہاں۔ تو یہ مجرم تھا گنہگار تھا قاتل تھا ڈاکو تھا تو وہ لوگ اس کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ایک قاتل اور ڈاکو سے کیا جاتا ہے جواباً یہ پھر جرم کرے گا۔ تو اگر یہ وہاں نہ جائے اور نیک لوگوں میں چلا جائے تو اللہ کی اطاعت سے اس کے بچ نکلنے کی امید ہے۔

اسی طرح جو تجویز کئے جاتے ہیں وہ انفرادی طور پر علاج ہوتے ہیں جس طرح کوئی ڈاکٹر کسی کی بیماری دیکھ کر اُس کے لئے تجویز کر دیتا تھا۔ مثلاً مجھے ڈاکٹر نے روک دیا کہ آپ چینی نہ کھائیں تو چینی مجھ پہ شرعاً حرام تو نہیں ہے اگر میں کھاؤں تو گناہ تو نہیں ہے یعنی ایک جسم میں ایک بیماری آگئی چینی کھانے سے وہ بیماری بڑھتی ہے تو اس کے علاج کے لئے یہ بھی چھوڑ دو نہ کھاؤ تو میری ضرورت بن گیا اس سے یہ ضروری نہیں ہے کہ جتنے لوگ مجھ سے اللہ اللہ سیکھتے ہیں وہ چینی کھانا چھوڑ دیں کہ ہمارے حضرت جی چینی نہیں کھاتے تو ہم چینی نہیں کھائیں گے تو یہ تصوف نہیں ہے نہ یہ اسلام ہے۔ یعنی یہ ایک فضول سی بات ہے جو غیر ضروری ہے جو غیر شرعی ہے اور اس طرح کی رسومات کو شریعت میں کوئی دخل نہیں۔

اور لوگ اس طرح کرتے ہیں اور اس میں بھی لوگ بڑا گھپلا کرتے ہیں یعنی جس طرف آسانی دیکھتے ہیں اُس طرف تو کسی بزرگ سے وہ بات سے لیتے ہیں کہ جی فلاں بزرگ اس طرح کرتے تھے میں اس لئے کرتا ہوں لیکن وہ بزرگ جو محنت کرتے تھے مجاہدہ کرتے تھے ذکر اذکار کرتے تھے نوافل پڑھتے تھے اُس طرف نہیں جاتے۔

یہاں ہمارے ایک عزیز ہوتے تھے، رشتہ دار، اللہ انہیں مغفرت کرے فوت ہو گئے تو میں نے اُن سے اس طرح کی ایک بات پوچھی تو کہنے لگے کہ ہمارے حضرت اس طرح کرتے تھے اسی لئے میں کرتا ہوں میں نے کہا آپ کے حضرت تو جہاں تک میں انہیں جانتا ہوں وہ تو اللہ اللہ بھی بڑی کرتے تھے اور پانچ نہیں چھ نمازیں پابندی سے پڑھتے تھے تہجد بھی باقاعدگی سے پڑھتے تھے تو آپ تو نماز بھی کبھی کبھی پڑھتے ہیں اُس طرف آپ اُن کا اتباع کیوں نہیں کرتے۔ یعنی اگر آپ نے، نا نا ہی ہے تو وہ اللہ کا حکم بھی ہے اللہ کے نبی کا حکم بھی ہے اور آپ کے حضرت بھی وہی کرتے تھے تو آپ وہ کیوں نہیں کرتے اس میں بھی لوگ ڈنڈی مارتے ہیں مخلص نہیں ہوتے۔ محض بزرگوں کو بدنام کرتے کے لئے خواہش اپنی ہوتی ہے اپنی خواہشات کا جواز مہیا کرنے کے لئے کسی بزرگ کا نام لے لیتے ہیں۔

تو تصوف کیا ہے اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر اُسی طرح سے چلنا جس طرح سے چلنے کا طریقہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اللہ کی نعمتوں کو حرام نہ سمجھ لینا۔ لیکن

حد سے نہ بڑھتے ہوئے اس لئے کہ جو لوگ حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْن ○ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اللہ جل شانہٗ کا اور بندے کا رشتہ مالک اور بندے کا رشتہ ہے۔ خالق اور بندے کا رشتہ ہے تو لینے والا یا جو محتاج ہے اُسے یہ حق حاصل نہیں کہ اُس کا مالک یا اُسے عطا کرنے والا یا اُس کا خالق جو حد متعین کر دے اُس سے آگے بڑھے یہ اُسے زیب ہی نہیں دیتا اور اگر کوئی حد سے تجاوز کرے تو اللہ کریم اُسے پسند نہیں فرماتے ہیں۔

تو یہاں سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ جو لوگ شریعت کے خلاف زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں اور عوام میں چرچا ہوتا ہے کہ یہ بڑا ولی اللہ ہے یہ بالکل سرے سے بات ہی غلط ہے۔ یعنی ولایت کا سب سے بڑا درجہ کیا ہے زیادہ سے زیادہ اتباع شریعت جتنا بڑا ولی ہوگا اتنا بڑا متبع شریعت ہوگا۔ اتنا بڑا خوف خدا رکھنے والا شخص ہوگا اُس میں اتنی زیادہ نیکی اور پاکیزگی ہوگی اور اتنا زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا متبع ہوگا اور اگر کسی نے اتباع چھوڑ ہی دیا تو ہم اُس میں کوئی شعبدہ یا کوئی عجیب بات دیکھ کر اُس کی ولایت کے قائل نہیں ہوں گے ولایت کی تو سند ہی یہ ہے کہ جو عمل ہم بے دلی سے یا اپنے آپ کو پکڑ دھکڑ کر کرتے ہیں۔ ولایت نہیں ایک تعلق ایسا رب جلیل سے ہو جاتا ہے کہ اُس کام کے کرنے میں لذت پیدا ہو جاتی ہے اُس کی رضا کے لئے اُس کی خوشنودی کے لئے کرنے کا ایک چسکا پڑ جاتا ہے۔

اُس کی عبادت تم اس طرح سے کرو جیسے تم اللہ کریم کو دیکھ رہے ہو تو وہ کیسے آدمی اللہ کریم کو دیکھ رہا ہے اگر اللہ کسی کو اس طرح کا احساس عطا کر دے تو وہ دوسرے کو سمجھا نہیں سکتا۔ کیفیات سمجھائی نہیں جا سکتیں اب آپ دیکھیں فرشتہ کتنی مبارک ہستی ہے کتنی اللہ کی پاکیزہ مخلوق ہے لیکن وہ کھانے پینے سے پاک ہے آپ کسی فرشتے کو سال بھر کہتے رہیں کہ چینی میں اس طرح کا ذائقہ ہوتا ہے تو اُسے کھانے پینے سے غرض ہی نہیں وہ اُس ذائقے کی کیفیت کو نہیں جان سکے گا۔ کیونکہ اُس کا اُن چیزوں سے مَس ہی نہیں تجربہ ہی نہیں نہ اُسے کھانا نہ پینا نہ کھانے کی حاجت نہ کھانے کی لذات و کیفیات سے وہ آگاہ ہے آپ اُسے سونے کی راحت، یا نہ سونے کا دُکھ بتاتے رہیں بتاتے رہیں لیکن نہ اُسے نیند آتی ہے۔ نہ اُسے شب بیداری سے تکلیف ہوتی ہے وہ کیسے سمجھے گا۔ یہ وہی سمجھے گا، جو سوتا بھی ہے اور جاگتا بھی ہے اُس کو آپ کہیں کہ جی میں دو رات مسلسل جاگتا رہا ہوں سو نہیں سکا آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں اُس کی سمجھ میں آ جائے گی کسی حد تک کیفیت کے دوران مسلسل نہ سونے سے آدمی پہ کیا گزرتی ہے یہ نہ آپ بتا سکیں گے نہ اس کے لئے کوئی الفاظ ہیں لیکن وہ انسان خود بخود سمجھ رہا ہوگا کہ اسے بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ تو کیفیات جو ہیں وہ محسوس کی جا سکتی ہیں وہ بیان نہیں ہوتیں اسی طرح قرب الٰہی کو محسوس تو کیا جا سکتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ الفاظ میں نہیں ڈھالا جا سکتا۔ ہاں اُس سے انسانی سوچ پر انسانی کردار پہ جو نتائج مرتب ہوتے ہیں اُن کی جگہ جگہ نشاندہی کر دی گئی ہے کہ آدمی کھانے پینے میں کمانے میں عمل کرنے میں تہذیب و اخلاق میں رہنے سہنے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملات میں اُن احکام پر جان دیتا ہے جو اللہ کریم کی طرف سے ہیں اس لئے کہ اُسے اللہ سے محبت ہوتی ہے تو اللہ کے ہر ہر حکم سے پیار سا ہو جاتا ہے۔ یہ وہ برداشت نہیں کر پاتا کہ میرے رب کا حکم ہو اور اُسے میں خالی جانے دوں یا میں اُسی کا حکم نہ مانوں یا میں اُس کے خلاف عمل کروں وہ اپنی بہترین کوشش اس بات پہ صرف کر دیتا ہے کہ میں اللہ کی اطاعت کروں یہ بات دلیل بنتی ہے کہ اسے قرب الٰہی حاصل ہے یہی بات یہاں ارشاد فرمائی گئی۔

جو کچھ اللہ نے تمہیں رزق دیا۔ وہ بے شک کھاؤ دو شرطوں کے ساتھ لوٹ مار کر نہیں حلال جائز ذرائع حاصل کر کے جائز وسائل سے حاصل کر کے کما کر کھاؤ چھین کر نہیں پھر حلال کما کر لائے ہو تو کچھ کھانے کے بھی طہارت اور پاکیزگی کے بھی آداب ہیں اُن کا دھیان رکھتے ہوئے انہیں پاکیزہ رکھ کر کھاؤ کہ ناپاک کھانا بھی ایماندار کے لئے سم قاتل ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ کیفیات ساری تو دل کا خاصہ ہیں اور دل بھی وجود کا ایک حصہ تو ہے لطیفہ قلب بہر حال اسی گوشت پوست کے لوتھڑے میں ہے اور اگر یہ گوشت پوست یا یہ خون جو

دگوں میں دوڑ رہا ہے یا یہ جسد جو بن رہا ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اس کا ایک بڑا سخت فیصلہ فرمایا۔

کہ جسم کا جو حصہ گوشت کا جو حصہ حرام سے بنے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اگر اُس آدمی کی نجات بھی ہو گئی تو اُس کا وہ گوشت دوزخ میں جلے گا پھر اُسے وہاں سے نکال کر دوبارہ نیا گوشت دے کر جنت بھیجا جائے گا۔ کیونکہ جو حصہ حدیث شریف کے الفاظ آتے ہیں حرام ذرائع سے ناجائز غذا سے جس حصہ جسم نے جس گوشت نے پرورش پائی جو اُس سے تعمیر ہوا جو بوٹی جو قطرہ خون جو رگ جو ہڈی ناجائز کمائی سے یا حرام کے پیسے سے نبی فرماتے ہیں اَلنّارُ اولیٰ بہٖ آگ ہی کی مستحق ہے وہ اُسے ہی سزاوار ہے۔ وہ جنت کی مستحق نہیں جنت میں حرام کا ذرا نہیں جائے گا۔ تو اگر اللہ کریم نے اُسے معاف بھی فرما دیا تو اس کا قاعدہ یہ ہو گا کہ اُسے جہنم میں جلا کر وہ گوشت جلا کر رب جلیل اُسے اپنی طرف سے نیا گوشت عطا فرمائیں گے لیکن حرام کا گوشت جہنم میں جا کر جلانا پڑے گا۔ یعنی اس کا گہرا اثر ہے۔

اور حرام ہر وہ چیز جس سے اللہ، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا یعنی کھانے پر پابندی نہیں لگائی کہ آپ کھائیں نہیں، آپ سوئیں نہیں آپ شادی نہ کریں۔ آپ سارے کام کریں لیکن اُن حدود کے اندر رہ کر اُس ضابطے کے مطابق جو اللہ جل شانہٗ نے عطا فرمایا ہے اُس سے آگے نہ بڑھیں اور کھانے کے معاملے میں یہ احتیاط کریں۔ ضرور کھائیں لیکن کھانا حلال ہو اور حلال کے بعد طیب ہو، پاکیزہ ہو، اللہ کے نام سے، پاک ہاتھوں سے، با نماز، باوضو اچھے طریقے سے۔ اب یہ نہ ہو کہ اُسی برتن میں کتے بھی کھا رہے ہیں اُسی میں انسان بھی کھا رہے ہیں۔ اُسی میں ناپاک بھی چیز ڈال دی جائے اُسی میں پاکیزہ بھی ڈال دی جائے۔ جیسے ہوٹلوں میں ہوتا ہے۔

یورپ کے ہوٹلوں میں تو کوئی خنزیر کھاتا ہے اُسی برتن میں کھا کے اُٹھ جاتا ہے دوسرے نے چاول کھانے ہیں تو اُس کے لئے تو وہ نیا برتن تو نہیں بنائیں گے۔ جن برتنوں میں خنزیر پکتا اُنہی میں چاول بھی پکتے ہیں یا سبزی پکتی ہے تو اُس میں پکتی ہے اُس کے لئے وہ کوئی نیا برتن تو نہیں لائیں گے۔

ہم جا رہے تھے لندن سے نیویارک۔ تو انہوں نے کھانا جو سرو کیا وہ کہنے لگے آپ کے لئے سبزی ہے۔ مسلم فوڈ ہے۔ میں نے کہا یار یہ ویجیٹیبل بھی تو اُسی کچن میں اُنہی برتنوں میں اُنہی ہاتھوں سے پکی ہیں جنہوں نے خنزیر پکایا ہے تو ویجیٹیبل میں کیا بچا اُسے صرف سبزی سمجھ کر کھانا، تو حرام ہونے میں، اگر حلال ہے بھی غیر طیب ہونے میں ناپاک ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ یہ تو آٹھ گھنٹے کی فلائیٹ ہے مسلمان تو سارا سارا دن سترہ سترہ گھنٹے روزہ رکھنے کے عادی ہیں آٹھ گھنٹے میں ہم کونسا مر جائیں گے۔ آپ ہمیں رہنے دیں اپنے حال پہ آپ کھائیں۔ ہم باز آئے سبزی سے بھی اُس کا کیا اعتبار ہے کیا بھروسہ ہے۔

اور یہاں ہمارے ملک میں ہمارے اپنے ملک میں جو ہوٹل ہیں اِن کا کھانا بھی طیب نہیں ہوتا یہ ایک بالٹی میں سارے برتن دھوتے ہیں خواہ اُس میں کوئی کتا کھا جائے خواہ اُس میں کوئی انسان کھا جائے کافر کھائے مسلمان کھائے۔ وہ ایک برتن ہوتا ہے اُس میں ڈبو کر نکال کر لے آتے ہیں پکانے میں پرواہ نہیں کرتے جو بھنگی چرسی جو غلیظ آدمی ہے وہ کچن پہ سروس کرتا ہے ذبح کی پرواہ نہیں کرتے اتنا یہ زیادتی کرتے ہیں۔

اور اگر آدمی نہ جانتے ہوئے کھا لے تو گناہ تو نہیں ہوتا لیکن اُس کی نحوست متاثر ضرور کرتی ہے کوئی آدمی نہ جانتے ہوئے زہر کھا لے خودکشی کے گناہ سے بچ جائے گا۔ لیکن مرنے سے تو نہیں بچے گا۔ زہر کا اثر تو ہو گا۔ تو اگر آدمی نادانستگی میں بھی غیر طیب چیز یا غیر حلال چیز کھا لے تو حرام کا یا ناپاک کا ایک اپنا اثر ضرور ہوتا ہے جو وہ انسانی قلب پہ انسانی مزاج پہ انسانی دل پہ اور اُن کیفیات پر مرتب کرتی ہے۔

بزرگوں کی، بڑے لوگوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مثالی انسان تھے۔ اُمتِ محمدیہ میں اور ائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں اور پوری اُمت میں تبع تابعین کے بعد اس حیثیت سے سربلند ہوتا کہ اُمت کے بہت بڑے بڑے ولی فاضل بڑے بڑے متبحر عالم بڑے بڑے مفسر بڑے بڑے محدث بڑے بڑے فقیہہ اُن کے اتباع سے فخر کرتے ہیں یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ امت مرحومہ جس کی عمر صدیوں پر محیط ہے اب جانے کتنی صدیاں اللہ اور اسے چلائے گا اور میری اور آپ کی بات

تو یہ دس آدمی نہیں سنتے وہ کس پائے کے انسان تھے کہ صدیاں بھی اُن کے ارشادات کو کمزور نہیں کر سکیں اور بڑے بڑے فاضل اُن کی بات پہ عمل کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں یہ چیز خود اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ اللہ کریم نے کیسے انسان پیدا فرمائے اس کے باوجود حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شکوتُ اِلٰی وکیع سوءِ حفظی ۔ میں نے حضرت وکیع رحمتہ اللہ علیہ (جو ان کے اُستاد تھے) سے شکایت کی کہ مجھے بات یاد نہیں رہتی میں جو مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے باتیں یاد نہیں رہتیں میرا حافظہ کچھ درست نہیں رہا تو میرے حافظے کے لئے دعا فرما دیجئے یا کوئی چیز دم کر دیجئے مجھے کوئی وظیفہ بتا دیجئے یا کچھ اس کا علاج تجویز کر دیجئے۔

شکوۃ الی وکیعِ سوءِ حفظی

واوصانی الی ترک المعاصی

تو انہوں نے مجھے علاج یہ بتایا کہ بیٹا گناہ چھوڑ دو دیکھو کتنے عظیم لوگ تھے اور کسی عجز و نیاز مندی سے اپنے آپ کو اللہ کے حضور پیش کرتے ایک مخلوق اُن کا اتباع کرنا باعثِ فخر سمجھتی ہے اور وہ اللہ کے حضور اپنے آپ کو اس طرح پیش کرتے ہیں جس طرح ایک ناقص چیز۔ یہی اُن کی عظمت ہے تو فرماتے ہیں۔

شکوۃ الی وکیع سوءِ حفظی

واوصانی الی ترک المعاصی

میں نے حضرت وکیع" اپنے استاد سے حافظے کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا بیٹا گناہ کرنا چھوڑ دو اس لئے۔

لِاَنَّ العِلمَ نورٌ من اللہ علم دین جو ہے اللہ کا نور ہوتا ہے یہ دین کی باتیں یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتیں یہ اللہ کی اپنی باتیں یہ قرآن یہ اُس کی تفسیر یہ حدیث یہ اس کے معانی یہ سارا اللہ کا نور ہے یہ محض باتیں نہیں ہیں

ونور اللہ لا یوتیٰ لِعاصی اور گناہوں کے ساتھ اللہ کا نور جمع نہیں ہوتا۔ کہ آدمی گناہ بھی کرے اور اُس میں اللہ کا نور بھی آئے یہ دو باتیں جمع نہیں ہوتیں یعنی اگر دین کی بات یاد نہیں رہتی اگر اللہ کی بات بھولتی ہے اگر حضور کا حکم بھولتا ہے تو اس کا ایک ہی سبب ہے کہ تم سے کوئی خطا ہوتی ہو گی خطائیں کرنا چھوڑ دو۔

آپ اندازہ فرمایئے کہ خدانخواستہ اگر ہم اپنی کمائی میں احتیاط نہ کریں کھانے میں احتیاط نہ کریں وہ پاکیزہ نہ ہے اُس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو اُس چھوٹی سی بات سے کتنا بڑا نتیجہ نکلتا ہے یہ جتنے بھی لوگ شکایت کرتے ہیں۔ اولاد کے نافرمان ہونے کی یا اولاد نے ہمیں گھر سے نکال دیا بات نہیں سنتی، اولاد دھکے مارتی ہے آپ تحقیق کر کے دیکھ لیجئے ہم نے اولاد کی پرورش میں حلال حرام کی پرواہ نہیں کی ہے ہم نے اولاد کے ساتھ خود یہ زیادتی کی ہوتی ہے کہ ہم ان کی حرام ذرائع سے ناجائز ذرائع سے ناروا طریقوں سے پرورش کرتے ہیں۔ کہ جو حرام کھا کر بڑے ہوں گے اُن میں حیا کہاں سے آئے گی، اللہ کی نہیں سنتے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں سنتے میری آپ کی کہاں سنیں گے میں آپ اگر انہیں سنوارنا چاہتے ہیں، ہم اپنے بزرگوں کی کیوں سنتے ہیں ہمارے تو بال سفید ہو گئے بال رہے نہیں سر پہ بال جھڑ گئے ہمیں تو ابھی تک خیال نہیں آیا کہ کس طرح والدین کے سامنے جواب دیا جاتا ہے۔ کیوں اس لئے کہ وہ دور اچھا تھا وہ لوگ مزدوری کر کے تھوڑا کھا لیتے تھے لیکن کسی کے زیادہ کے لئے چھینا جھپٹی نہیں کرتے تھے۔ سادا غذا کھا لیتے تھے لیکن تکلفات کے لئے کسی کے حصے کا چھینتے نہیں تھے۔ ہم زیادہ دولت چاہتے ہیں بغیر کام کرنے کے وہ کام زیادہ کرتے تھے اُجرت تھوڑی پاتے تھے۔ اس میں کتنا فاصلہ ہے کہ لوگ دن بھر محنت کرتے تھے ہل چلاتے تھے مشکل کام کرتے تھے لکڑیاں کاٹتے تھے گھاس کاٹتے تھے اور پھر انہیں سادہ سی روٹی نصیب ہوتی تھی جو ساگ پات کے ساتھ کھا کر سو جاتے تھے۔ اللہ کی عبادتیں کرتے تھے مسجدیں آباد ہوتی تھیں۔ نیکی ہوتی تھی۔

آپ یقین کریں ہمارے اس دیہات میں آج تک بھی اگر کسی سے شرعی گناہ ہو جائے نکاح کے معاملے میں اسی طرح سے شرعی کوئی حرام کسی سے سرزد ہو جائے تو آج بھی اُسے گاؤں والے کنویں سے تنور سے برادری سے فاتحہ جنازے سے یوں نکال دیتے ہیں جیسے یہ شخص اس ملک کا باشندہ ہی نہیں ہے وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ توبہ کرے یا اس کا کوئی حرجانہ دے واپس اپنے آپ کو لائے ورنہ جنازہ کوئی نہیں پڑھتا اُسے

پانی نہیں لینے دیتے گاؤں کے تنوریں سے اُسے کوئی روٹیاں نہیں پکانے دیتا۔کوئی اُس کا قریبی سے قریبی رشتہ دار اُسے اسلام علیکم نہیں کہتا۔اس لئے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کا باغی ہے تو یہ باتیں جب تھیں تب اطاعت بھی تھی کوئی بزرگوں کے سامنے سر نہیں اٹھاتا تھا۔ہم میں جب سے ہوس در آئی اور ہم نے حلت و حرمت کو چھوڑ دیا یعنی دولت کمانا بری بات نہیں ہے۔لیکن دولت لوٹنا بری بات ہے اچھا کھانا بری بات نہیں ہے۔لیکن حلال ہو اور صرف حلال نہیں طیب بھی ہو پاکیزہ بھی ہو اور شرعی لحاظ رکھا جائے پاکیزگی کا لحاظ رکھا جائے تو کھانا اور پہننا اور اچھی طرح سے رہنا یہ حُسنِ اسلام ہے مسلمان کی عزت ہی اسلام کی عزت ہے مسلمان کی آبرو ہی اسلام کی آبرومندی کا سبب ہے لیکن کسی سے چھین کر نہیں کسی سے لے کر نہیں جو اپنی حیثیت کے مطابق نصیب ہو۔

اور یاد رکھیں کہ تصوف کے لئے یا اللہ اللہ کے لئے کسی زائد مجاہدے کی ضرورت نہیں ہوتی زائد چیز جو ضروری ہوتی ہے وہ ہوتی ہے وہ برکات جو صحبت نبویؐ میں بٹیں اتباعِ شریعت کے ساتھ کہیں سے وہ حاصل ہو جائے اور اُن سے اتباعِ شریعت مزید آسان ہو جاتا ہے آدمی کا جی چاہتا ہے اُسے مزید اپنانے کو اُس پر مزید عمل کرنے کو اس کے ساتھ انسان کبھی فرشتہ نہیں بنتا انسان انسان ہی رہتا ہے اُس سے خطا کا احتمال رہتا ہے اگر بتقاضائے بشریت غلطی ہو جائے تو اس کے لئے اللہ کا توبہ کا دروازہ بہت وسیع ہے اُسے بھول نہیں جانا چاہیئے۔کیونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر توبہ کرکے کوئی توبہ تو توڑ دے تو پھر توبہ کرے یعنی اگر کوئی توبہ کرکے توبہ توڑ دیتا ہے تو اُس کا علاج بھی توبہ کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ کریم دین کی سمجھ اور اُس پر عمل کو آسان فرمائیں اور ہماری عاجزانہ کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازیں۔

حضرت جیؒ نمبر

"المرشد" عنقریب حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ایک یادگار نمبر شائع کر رہا ہے جس کیلئے آپ کی یادداشت اور تحریروں کی ضرورت ہے۔آپ نے حضرت جیؒ کو دیکھا۔ اُن کی صحبت نصیب ہوئی۔اُن کو سنا۔اُن سے سیکھا۔ اُن سے بہت کچھ حاصل کیا۔اپنی یادداشت کو تحریر میں

○ لایئے ○

○ وہ حضرات جو حضرت جیؒ کے متعلق معلومات اور یادداشت کا ایک خزانہ سینے میں لئے پھرتے ہیں لیکن تحریر میں لانے سے گھبراتے ہیں۔تو گھبرایئے مت۔آپ جیسا بھی لکھ سکتے ہیں اپنی زبان میں لکھ کر بھیجئے۔ہم اُسے مناسب تحریر میں لے آئیں گے۔

○ اگر آپ لکھ نہیں سکتے تو کسی ایسے ساتھی کی مدد حاصل کریں کہ آپ زبانی بیان کریں اور وہ لکھتا جائے یا اپنی زبان میں یادداشت ریکارڈ کر کے کیسٹ ہمیں بھیج دیجئے۔

○ اگر آپ کے پاس حضرت جیؒ کی کوئی تحریر ہو تو اس کی صاف فوٹو کاپی بھیجئے۔

○ اگر آپ کے پاس حضرت جیؒ کی گفتگو یا بیان کے ریکارڈ کیسٹ ہوں اور آپ تحریر کر کے بھیج سکتے ہیں تو سبحان اللہ ورنہ کیسٹ کا پی ہی بھیج دیجئے۔

آپ کے تعاون سے ہی ایک یادگار نمبر مکمل ہو سکتا ہے:

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ

۳۰ر نومبر ۱۹۸۹ء

ماہنامہ المرشد لاہور

اویسیہ کتب خانہ۔۳۸ر اردو بازار

روحانی زندگی

حضرت مولانا محمد اکرم

جو عقل انسان کو اس دنیا کے لئے عطا فرمائی گئی ہے اُس کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ وہ روح یا اس کی خصوصیات یا اُس کے مبادی کا سراغ لگائے۔ یہ اُس کا موضوع ہی نہیں ہے عقل دی گئی ہے جسم کی ضرورتوں کو سمجھنے کے لئے جسمانی پریشانیوں کو پرکھنے کے لئے۔ اُن کا حل تلاش کرنے کے لئے۔ جسم کے لئے غذا تلاش کرنے کے لئے۔ اس لئے اللہ نے مومن و کافر کی تمیز کئے بغیر جسمانی علوم سب پر عام کر دیئے ہیں۔ ایک کافر بھی بہت بڑا میڈیکل سائنٹسٹ بہت بڑا فلاسفر اور علوم عقلیہ کا بہت بڑا ماہر ہو سکتا ہے۔ اب دنیا میں جتنے بڑے بڑے فلاسفر یا حکماء ہوئے ہیں اُن کے علوم کی حدود یہ ہیں کہ انسان کی تخلیق سے شروع ہوتے ہیں۔ جب وہ وجود پذیر ہوتا ہے وجود جب تخلیق میں آتا ہے تو اُس سے شروع ہوتے ہیں جب وہ موت سے دوچار ہوتا ہے تو علوم ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عقل کا میدان ہے ہی اتنا۔ اس سے آگے روح کیا ہے؟ کس سے ہے؟ کیوں ہے؟ اُس کی ضروریات کیا ہیں؟ اُس کی صحت و بیماری کیا ہے؟ اُس کا نتیجہ کیا ہے؟ وہ آیا کہاں سے؟ جائے گا کہاں؟ ہمارا اُس کا تعلق کیا ہے؟ یہ موضوع ہے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور انبیاء کسی دنیاوی مدرسے سے نہیں پڑھتے بلکہ انہیں براہ راست اللہ کریم کی طرف سے یہ علم عطا فرمایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اتنا قیمتی علم ہے کہ یہ صرف اُسے نصیب ہو سکتا ہے جسے نور ایمان نصیب ہو۔

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ (جو احباب نہیں جا سکے اللہ سب کو لے جائے) جو حرمین شریفین میں جاتا ہے تو مختلف زبانوں میں عموماً عربی اور انگریزی دو زبانوں میں بہت بڑا بورڈ لگا ہوتا ہے NO NON MUSLIM BEYOND THIS POINT کتنی عجیب بات ہے وہی صحرا ہے وہی پہاڑ ہیں، وہی پتھر ہے، وہی آبادی ہے، سارے جزیرۃ العرب میں کافر جا سکتا ہے لیکن جیسے حرم کی حد آتی ہے تو کافر کے جسم کو بھی روک دیا جاتا ہے کہ اس سے آگے نہیں جا سکتے۔ یعنی جہاں تجلیات ذات باری ذاتی طور پر جلوہ فگن ہیں۔ اگر کافر چوری چھپے سے چلا بھی جائے تو وہاں سے وہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے تو نورِ ایمان کی ضرورت ہے، قبولیت کی استعداد ہی تب آئے گی جب اُس میں ایمان ہوگا۔

اس کے باوجود بھی اللہ کو اتنا احترام ہے اُن تجلیات کا۔ اپنی اُن نوازشات کا۔ اتنی قیمت ہے اُن کی کہ جس زمین پہ وہ ہمیشہ جلوہ فگن رہے اُس پہ کافر کو قدم رکھنے سے منع کر دیا۔ اسی طرح آپ حرم نبی میں دیکھیں۔ مدینہ منورہ کے ہر بورڈ لگا ہوا کہ کوئی غیر مسلم اس سے آگے قدم نہ رکھے جب مادی طور پہ کفار کے وجود تک کو اُس زمین پہ چلنے سے منع کر دیا۔ روک دیا۔ تو کافر کی سوچ، اُس کا عقل، اُس کی سمجھ، اُن باتوں تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ جو باتیں ہی اُس عالم کی ہیں۔ یعنی کافر اس نعمت کو پا سکتا ہی نہیں۔ اس کے لئے نورِ ایمان ہی بنیاد ہے۔

آدم علیٰ نبینا علیہ السلام سے لے کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک اخبار میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ جتنی آسمانی کتابیں ہیں اُن کو آپ دو حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ ایک اخبار سے متعلق ہے اور دوسرا احکام سے اخبار سے مراد وہ باتیں ہیں۔ وہ علوم ہیں۔ وہ حقیقتیں ہیں جو آئندہ یا گذشتہ کے بارے اُس کتاب میں اللہ نے بیان فرمائیں۔ احکام اللہ کی پسند پر ہیں۔ تو احکام میں تبدیلی آتی رہی۔ کسی پہ دو نمازیں تھیں کسی پہ تین تھیں۔ کسی پہ پانچ تھیں۔ کسی پہ صرف دو رکعتیں تھیں۔ کسی پر زیادہ ہو گئیں۔ ایک پہ ایک جانور کا کھانا شریعت میں حرام تھا۔ دوسری میں اللہ نے حلال کر دیا۔ ایک شریعت میں حلال تھا دوسری میں حرام کر دیا۔ احکام تو اللہ کی پسند اور اُس عہد کی ضرورت، لوگوں کے مزاج، اُن کی بہتری کے لئے اللہ کریم تبدیل فرماتے رہے۔ لیکن اخبار میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں۔ نبوت کی صداقت کی یہ بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ کسی نبی نے خبر دینے میں اپنے پہلے نبی سے اختلاف نہیں کیا۔ خواہ درمیان میں ہزاروں برس بیت گئے ہوں۔ ذات وصفاتِ باری کے بارے جو ایک نبی نے کہا تمام انبیاء نے اُسی کو دہرایا۔ آخرت کے بارے، حشر ونشر کے بارے، زندگی کے انجام کے بارے، یا روح اور اُس کی کیفیات کے بارے جو بات ایک نبی اور ایک رسول نے کہی سب انبیاء نے وہی دہرائی۔

اس لئے یہود مدینہ نے اہل مکہ کو یہ سوال سمجھایا تھا کہ آپ پوچھیں روح کیا ہے اس کا جواب صرف نبی دے سکے گا۔ کوئی اپنے عقل سے، اپنے قیاس سے اٹکل سے نہیں بتا سکتا۔ اس کا جواب قرآن حکیم میں ہے۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ تو روح اور روحانی زندگی، روحانیت یہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف یہی ایک دلیل کافی ہے کہ سارے انبیاء نے اس کے متعلق خبر دی۔ اس سے بڑی کسی دوسری دلیل کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں اور کوئی اس سے بڑی دلیل ہو ہی نہیں سکتی کہ پوری دنیا میں سب سے کھرے، سب سے سچے، سب سے نیک، سب سے مخلص، اور سب سے اعلیٰ ترین نفوس قدسیہ جو تھے وہ اس حقیقت سے سارے متفق تھے۔

یہاں رہتے ہوئے ہمارے اپنے تجربات بھی، بہت سے لوگوں کو مغرب اور اہل مغرب کی آسائشوں، اُن کے اقتدار، اُن کی دنیوی جاہ و جلالت، اُن کی دنیوی ایجادات کو دیکھ کر بڑی حسرت ہوتی ہے۔ اُن کے پیچھے چلنے کی، اُن تک پہنچنے کی۔ لیکن جب ہم انہیں اُن کی دنیا میں جا کر دیکھتے ہیں تو روح اور روحانی زندگی اور نورِ ایمان کی محرومی نے انہیں اُن ذلتوں میں پھینک دیا ہے جس کا یہاں تصور نہیں کیا جا سکتا۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ میں نے مغرب کے بارے لٹریچر

گئے۔ اب بھی لڑتے ہیں مخلوق کو لوٹ سے بچانے کے لئے۔ ظالم کے خلاف۔ لڑتے پہلے بھی تھے۔ لڑتے اب بھی ہیں۔ لڑنا نہیں چھوڑا انہوں نے۔ لیکن مقصد بدل گیا۔ صلح کرتے تھے لوگوں سے پہلے بھی اب بھی کرتے ہیں پہلے کرتے تھے دنیوی فائدے کے لئے اب وہاں صلح کرتے ہیں جہاں ایمان بچتا ہے۔ دین کے لئے ضرورت ہے۔ دنیوی فائدے کے لئے نہیں۔ یعنی افراد وہی تھے لیکن نور ایمان نے اُن کے مزاج اور نہاں خانہ دل میں جہاں آرزوئیں جنم لیتی ہیں جہاں خواہش پیدا ہوتی ہیں وہ جگہ بدل دی۔ خواہشات کو پیدا ہونے والی خواہشات کو بدل دیا۔ جو لوگوں کے گلے کاٹ کر فخر سے شعر کہتے اور بیان کرتے کہ ہم اتنے بہادر ہیں۔ ہم نے اتنے آدمیوں کو ذبح کر دیا اور اُف نہیں کی۔ وہ لوگوں پر اپنے آپ کو نچھاور کر کے خوش ہوتے ہیں۔ یعنی بالکل ضد ہو گئے اُس کردار کی اور اس میں انہیں لذت آتی ہے خوشی ملتی ہے۔ مجبوراً نہیں کرتے۔ یعنی ایک ہے کسی سے نبوک شمشیر کرایا جائے زبردستی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

صحابہ کرام نے ہجرتیں کیں۔ گھر جائیدادیں چھوڑ دیں۔ مدینہ منورہ میں رہے۔ پھر مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو مہاجرین بھی ساتھ تھے۔ گھر بھی وہیں تھے۔ جائیدادیں اور باغات بھی وہیں تھیں کسی ایک مہاجر نے ایک ہبہ نہیں لیا۔ ایک قدم زمین ایک گھر کوئی مکان کچھ نہیں لیا انہوں نے کہا ہم نے اللہ کی راہ میں چھوڑ دیئے تھے اب اللہ ہی سے لیں گے۔ ان کو واپس نہیں لیں گے۔ مہاجرین کے جانے کے بعد جو لوگ اُن مکانوں میں بس گئے تھے فتح مکہ کے بعد اُن کو وہاں سے کسی نے نہیں نکالا۔ فرمایا ہم نے ان کے لئے خالی نہیں کئے تھے۔ ہم نے اللہ کے لئے چھوڑ دیئے تھے۔ اللہ ہی کے پاس جاتا ہے وہیں جا کر لیں گے۔

آپ غور فرمایئے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں صلوٰۃ قصر پڑھی یعنی آج بھی جو فقہی اختلاف آتا ہے، غیر مقلدین میں اور احناف میں۔ تو حنفی کم از کم پینتالیس یا اڑتالیس میل سے اوپر یا پچاس میل کی حد تک کہتے ہیں قصر ہوگی اور وہ نو میل پہ پڑھ لیتے ہیں کیوں؟ وہ کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر پڑھی تھی منیٰ میں اور وہ مکہ سے نو میل ہے۔ تو حنفی جواب یہی دیتے ہیں کہ حضورؐ نے تو مکہ میں بھی قصر پڑھی تھی۔ حضور نے تو گھر مدینہ منورہ کو سمجھا تھا مکہ تو اللہ کے لئے چھوڑ دیا۔ وہ مکان وہیں تھے وہ جائیدادیں وہیں تھیں۔

کیسے عجیب لوگ تھے جو کبھی کسی سے لوٹ کر بناتے تھے اور پھر خود فتح کر لیا اور نہیں لے رہے۔ کہا نہیں ہم نے اللہ کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اسے لینے کا ہمیں حق حاصل نہیں ہے۔ خود ہی فاتح بھی ہیں لیکن نہیں لیتے۔ کسی نے نہیں لیا۔ یہ کیا ہے؟ یہی وہ برکات ہیں جو بارگاہ نبوت سے تقسیم ہوئیں اور جنہوں نے چشم ملک کو وہ مثال دکھا دی کہ جو فرشتوں نے عرض کیا تھا کہ بار الٰہ تو زمین پہ مخلوق تو پیدا کرنے چلا ہے لیکن یہ فساد ہی کریں گے خونریزیاں ہی ہوں گی۔ انہوں نے اپنے تجربے کی بنا پر کہا تھا۔ پہلے جنات آباد تھے زمین پر۔ وہ فساد ہی کرتے تھے تو اللہ نے فرمایا۔

اِنّی جَاعِلٌ فی الارضِ خلیفۃ۔ انہوں نے عرض کی بار الٰہ تو اپنا نائب تو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ لیکن تُو تو اُسے نیابت دے کر پیدا کرے گا زمین کی خصوصیت یہ ہے کہ جو وہاں رہیگا وہاں کھائے گا۔ پیئے گا۔ وہ لڑے گا اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹے گا۔ اور تو کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ اور اگر تیری پاکی اور حمد اور تقدس بیان کرنے کی بات ہے تو تسبیح و تہلیل کے لئے تو ہم کوئی کمی نہیں اٹھا رہے۔ ساری کائنات کا ذرہ ذرہ تیری پاکی بیان کرتا ہے۔ تو کیا ضرورت ہے فرمایا۔ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

اور اُن لوگوں نے فرشتوں کو دکھا دیا کہ زمین ہی پر پیدا ہونے والی مخلوق میں ہی کیسے کیسے عجیب لوگ ہیں۔ ساری زندگی کو، دنیا کی ہر آسائش کو محض جمال باری کی تمنا پہ قربان کر دیتے ہیں۔ خدا سے بات نہیں کی اللہ سے کلام نہیں کیا۔ اللہ کو دیکھا نہیں، اُس کے پاس بیٹھے نہیں۔ دیکھنے کی آرزو میں اتنے بک گئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔ حضورؐ نے اطلاع دی کہ جہاں کوئی اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھتا ہے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں اور جب واپس پہنچتے ہیں۔ تو اللہ کریم خود جانتے ہیں لیکن وہ پوچھتے ہیں۔ کہاں تھے؟

ملاقاتیں بھی کیں۔ مغرب کے لوگ آکر، وہاں کے رہنے والے ملتے رہے اور بتاتے رہے۔ لیکن جب میں نے وہاں جاکر دیکھا تو مجھے سمجھ آئی کہ لوگوں نے تو مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔ یعنی آدمی اُن مصیبتوں اُن پریشانیوں کو یہاں گن نہیں سکتا۔ جن میں وہ معاشرہ گرفتار ہے، جو نورِ ایمان سے محروم ہیں اپنی ساری مادی ترقی کے باوجود اس لئے کہ اصل انسانی زندگی روحانی زندگی ہے۔

اسلام اور نور ایمان نے انسانی زندگی کو کمال ہی یہ بخشا ہے کہ ایک مومن کافر کی نسبت کم آسائشیں پا لیتا ہے۔ کھانا اُس سے کم تر کھا لیتا ہے، روکھی سوکھی کھا لیتا ہے لباس اُس سے سستا پہن لیتا ہے لیکن اس کا ایک ایک قدم دو عالم کو متاثر کرتا ہے اور یہ صرف اس مکان کو آباد نہیں کرتا جس میں یہ بیٹھا ہے بلکہ یہاں بیٹھ کر اس مکان کو آباد کرتا ہے جہاں اسے پہنچنا ہے اور یہ بہت بڑا کام ہے۔

مومن کی نگاہ کو جس علوم نبوت نے وسعت دی ہے اُس کے متعلق کافر تب تک اندازہ نہیں کر سکتا جب تک خود اُسے ایمان نصیب نہ ہو جائے۔ جیسے مَیں عرض کر رہا ہوں کہ ہم جب تک مغرب میں جائیں نہیں۔ وہاں کے بارے یہاں ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح کوئی بھی کافر، کافر رہنے کے ساتھ اندازہ نہیں کر سکتا ہاں اُسے ایمان نصیب ہو جائے تو اُسے سمجھ آتی ہے کہ نورِ ایمان سے نگاہ میں کتنی وسعت آتی ہے کہ عام چرواہا، گڈریا اَن پڑھ جیسے نگاہ کرتا ہے تو عالمِ امر تک جاتی ہے اور سامنے دیکھتا ہے تو زندگی موت مابعد الموت برزخ حشر نشر قیامت اور جنت و دوزخ تک جاتی ہے۔ آپ ایک جاہل دیہاتی گنوار سے پوچھ لیں اگر اُس میں نورِ ایمان ہے تو وہ آپ کو اللہ کی ذات کی خبر دے گا اُس کی صفات کی خبر دے گا کیا یہ معمولی علم ہے اگر اُس میں نورِ ایمان ہے تو وہ آپ کو اس زمین پر بیٹھا ہُوا، دنیا کو چھوڑ کر جانے والوں کے بارے بتلائے گا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں وہ آپ کو بتائے گا کہ یہاں جھوٹ بولنے سے وہاں کیا ہوتا ہے اور یہاں سچ بتانے سے وہاں کیا اثر ہوتا ہے کیا یہ کم علم ہے ایک جاہل و گنوار بھی ایک چرواہا بھی آپ کو بتائے گا کہ اس وقت کا سجدہ حشر کی دھوپ میں سایہ کریگا اس وقت کی بھوک روزِ حشر کی سیرابی کا سبب ہوگی رمضان

بھی پڑھا مغرب کے بارے لوگوں سے سُنا بھی۔ آنے والوں سے کی پیاس ضائع نہیں جائے گی۔ یہ سارے علوم جو تمام عقلی مدارس میں پڑھنے سے ان کی ذرہ برابر خبر نہیں آتی صرف ایمان لانے سے یہ سارے علوم ازبر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ ضرور کسی یونیورسٹی میں پڑھے۔

اس لئے کہ نورِ ایمان کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے ذات باری سے اور یہ علوم اللہ کی طرف سے اُس کی روح میں سرایت کرتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی کھرچنا چاہے تو اُس کے دل سے وہ کھرچ نہیں سکتا اور اگر ان علوم میں یقین حاصل نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس میں ایمان نہیں ہے یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ان میں تشویش پیدا ہو جائے اور یقین حاصل نہ ہو تو یہ ایمان کی نفی ہے۔ خواہ آدمی کا نام دین محمد ہو نور محمد ہو، لیکن اُسے ان میں یقین حاصل نہ ہو تو عند اللہ وہ مومن نہیں ہے اس یقین کا نام ایمان ہے۔

اور روحانی زندگی کیا ہے یہ جو ہم ذکر اذکار کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کرتے ہیں مشائخ سے توجہ لیتے ہیں۔ برکات حاصل کرتے ہیں ان کا اس سے کیا تعلق ہے؟ بالکل سادہ سے الفاظ میں سمجھ لیجئے کہ یہ ساری صرف وہ کیفیت ہے جو آپ کو آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بعثت میں نظر آئے گی کیا عجیب بات ہوئی آپؐ کی بعثت میں؟ آپؐ کی بعثت میں عجیب بات یہ ہوئی کہ وہی لوگ، اُسی قوم کے لوگ، اُس خطۂ زمین اُسی شہر کے لوگ، جنہیں نورِ ایمان نصیب ہُوا اُن کے مزاج بدل گئے قد کاٹ وہی ہے حُلیہ وہی ہے، شکل وہی ہے۔ لیکن انسان وہی نہیں رہا۔ بالکل ایک دوسرا ہو گیا۔ یعنی ایک آدمی اتنا سخت مزاج تھا کہ اپنی اولاد تک کو زندہ درگور کر دیتا تھا لیکن نورِ ایمان سے اتنا نرم مزاج ہو گیا کہ اللہ کی مخلوق کو تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ لوگ جو لوٹ کر کھانا پیشہ سمجھتے تھے۔ وہ حاجت مندوں کو دے کر خود بھوکا رہ کر، دوسروں کو کھلا کر، خوش ہوتے ہیں۔ کتنی بڑی تبدیلی ہے۔ افراد وہی ہیں انسان وہی ہیں۔ دنیا کا کام بھی انہوں نے چھوڑ نہیں دیا۔ گوشہ نشین نہیں ہو گئے پہلے بھی لڑتے تھے۔ وہ لڑنے

یااللہ لوگ تیرا ذکر کر رہے تھے ۔عجیب بات ہے ۔ دنیا و مافیہا سے کٹ کر صرف تجھے یاد کر رہے تھے فرمایا ۔کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے یا اللہ دیکھا تو نہیں فرمایا اگر دیکھ لیتے تو ؟ عرض کرتے ہیں سوائے تیرے جمال کے کہیں اُن کی نگاہ نہ جاتی ۔

تو یہ سوال جو تھا اس کا جواب قادرِ مطلق نے فرشتوں کو دے دیا ۔کہ جاؤ دیکھو کیسی مخلوق بستی ہے زمین پہ اور یہی اصل ہے روحانی زندگی کی ۔ترک دنیا اصل نہیں ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے ہر کام میں حصہ لے اور پورا بھرپور زندگی کا فائدہ اُٹھائے جس کام کے قابل ہے اُسے کرے جس کو پا سکتا ہے اُس کے لئے کوشش کرے مختلف علوم حاصل کرے مختلف فنون حاصل کرے مختلف صنعتیں سیکھے لیکن ان ساری اوصاف اور صفتوں کے ساتھ ایک بات یاد رکھے کہ وہ مومن ہو ۔یہ نہ ہو کہ اپنا آپ اُس میں انجنیئر تو بن جائے لیکن مومن نہ رہے ڈاکٹر تو بن جائے لیکن مومن نہ رہے سائنٹسٹ تو بن جائے لیکن مومن نہ رہے تو اُس نے کمال حاصل نہیں کیا بلکہ بڑا کمال کھو دیا اور اُس سے کم تر درجے کی بات حاصل کی ۔یعنی جو کچھ اُس نے کھویا وہ بہت قیمتی تھا اور جو کچھ اُس نے پایا وہ تو کافر بھی پا سکتا ہے ہاں نورِ ایمان کے ساتھ اگر کمالات حاصل کرے اچھا نشانہ باز ہے اچھا ڈرائیور ہے اچھا مکینک ہے اچھا سائنسدان ہے اچھا ڈاکٹر ہے اور نورِ ایمان کے ساتھ ہے پھر مزے کی بات ہے پھر وہ اچھا مسلمان بھی ہے اُس نے زندگی کے مصرف کو سمجھا اور اُس سے نہ صرف مومن کو اُس سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچے خواہ وہ کافر ہوں گے خواہ وہ جانور ہوں گے وہ بھی اُس سے مستفید ہوں گے ۔چونکہ اُس نے مقصد تخلیق کو پا لیا ۔

اللہ کریم نے کوئی مخلوق دوسرے کے ایذا کے لئے پیدا نہیں فرمائی سب پہ ایک دوسرے کی حیات کا مدار ہے نیز جسے ہم تخریب سمجھتے ہیں یہ تعمیر کا پیش خیمہ ہوتی ہے جسے ہم بربادی سمجھتے ہیں یہ آبادیوں کے لئے کی جاتی ہے ۔ آپ فصلیں کاٹتے ہیں تو آپ کبھی اُس پر روتے ہیں کہ میرے کھیت برباد ہو گئے حالانکہ آپ اپنے ہاتھ سے سارا فصل کاٹ لیتے ہیں اس لئے کہ کسی نئے دن کی آبیاری کے لئے کسی نئی فصل کی تیاری کے لئے آپ فصل کاٹ رہے ہوتے ہیں جو پک چکی ہوتی ہے ۔

یہ جو حادثات قوموں پہ گزرتے ہیں یا ملکوں پہ گزرتے ہیں افراد پہ گذرتے ہیں ان کا وقت پورا ہو چکا ہوتا ہے قادرِ مطلق انہیں سٹیج سے ہٹا دیتا ہے یہ پریشانی کی بات نہیں ہوتی بلکہ میدان ہموار کیا جاتا ہے کسی نئے آنے والے کی آمد کے لئے اگر یہ بربادی ہوتی تو اب تک دنیا برباد ہو چکی ہوتی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں کی قومیں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں لیکن دنیا برباد تو نہیں ہوئی جس طرح زندگی میں آپ نے کتنی فصلیں کاٹیں کھیت اُجڑ تو نہیں گئے کیونکہ ہر فصل کا کاٹنا کسی نئے فصل کے بیجنے کے لئے ہوتا ہے ہر درخت کو ہم جہاں سے اکھیڑتے ہیں وہاں کوئی نیا بیج اُگ رہا ہوتا ہے ہر پھل ہم جہاں سے توڑتے ہیں اگر نہیں توڑیں گے تو خرابی ہوگی اُس کا بروقت توڑ لینا ہی نئے پھل کی آمد کا بھی علاج ہے اور اُس کا مصرف بھی ہے ۔

اسی طرح باغ حیات میں سے افراد اٹھائے جاتے ہیں قومیں اُٹھائی جاتی ہیں نئے آنے والوں کے لئے وہ پلیٹ فارم وہ جگہ دی جاتی ہے اور جو دنیا سے اُٹھتا ہے جو نظروں سے اوجھل ہوتا ہے اُس کا اُس وقت اُٹھ جانا ہی بہتر ۔بن حل ہے ہم جو روتے ہیں نا اس لئے کہ اس کا بہت بڑا حصہ تو اس بات پر ہے کہ ہمارا بھروسہ اللہ کی نسبت افراد پہ ہے ہم نے اللہ سے تعلق کمزور کر لیا اسباب پہ اور افراد پر بھروسہ زیادہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سبب ضائع ہو گیا تو ہم کیسے بچیں گے دوسری بڑی وجہ ایک یہ بھی ہوتی ہے کہ انسان کا مزاج ہے اس میں اُنس ہوتا ہے لیکن جو محض اُنس سے دُکھ محسوس کرتے ہیں اُنہیں دُکھ تو ہوتا ہے پریشانی نہیں ہوتی ۔

دُکھ اور پریشانی میں بڑا فاصلہ ہے محض کسی کی محبت میں محض کسی شفقت کے لئے آنکھوں سے آنسو گرانا اور بات ہے اور اپنے آپ کو کسی کے بغیر تنہا پانا یہ بالکل اور بات ہے تو ہمارا بیشتر دُکھ جو ہوتا ہے وہ ہماری اپنی امیدوں کے ٹوٹنے سے ہوتا ہے ہمیں بچوں پہ توقع ہوتی ہے بھائیوں

پہ آسرا ہوتا ہے دوستوں پہ اُمید ہوتی ہے اُس خانے میں ہم نے کبھی اللہ کریم کا نام نہیں لکھا اسی لئے دنیا میں دوستی اور رشتہ داری غرض سے وابستہ ہوگئی ہے اللہ کے لئے محبت اُٹھ گئی ہے اگر ہم اپنی اُمیدیں اللہ سے رکھیں تو لوگوں سے جو محبت ہوگی اُس میں خلوص ہوگا ہمیت ہوگی نفع و نقصان میں دوستی نبھتی رہے گی۔ یہ بات روحانی زندگی میں اور نور ایمان میں ہے اور وہ معاشرہ جو نور ایمان سے محروم ہے اُس میں سے یہ چیز ختم ہو چکی ہے۔

باپ کو بیٹی پہ شفقت نہیں ہے بیٹی کو ماں سے تعلق نہیں آپ یقین کرتے ہیں کہ پورے مغربی معاشرے میں بچی پیدا ہوتی ہے تو گورنمنٹ وظیفہ دینا شروع کر دیتی ہے جس دن وہ بالغ ہوتی ہے والدین کو وہ وظیفہ بند ہو جاتا ہے۔ بے روزگاری الاؤنس خود اُسے ملتا ہے تو والدین جوان بچیوں کو گھر سے باہر کھڑا کر کے دروازہ بند کر دیتے ہیں کہ اب تمہارا الاؤنس تمہیں ملے گا۔ اگر ہمارے پاس ہی رہنا ہے تو اتنا کرایہ کمرے کا ہوگا اور اتنا خرچ کچن کا ہوگا۔ دیتی رہو تو رہو ورنہ جاؤ جدھر جانا ہے یعنی یہ باپ اور مائیں بیٹیوں سے کرتی ہیں۔ بیٹوں سے اس سے بدتر سلوک ہوتا ہے تو کوئی انسانی رشتے کا کوئی معیار رہ گیا ایک اس بات کو لے لیں۔

اسلام میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ایک دوسرے کے نفع و نقصان کو انسانوں سے ہم منطبق نہیں کرتے ہم اُن سے امیدیں نہیں رکھتے ہم اپنے نفع و نقصان کی اُمید اُس ذات باری سے رکھتے ہیں جس نے ہمیں پیدا فرمایا انسانوں سے اُنس محض انسانی رشتوں انسانی ناموں کے تقدس سے ہوتا ہے۔ اب ہمارے ہاں بھی یہ جو مغربیت کی وبا پھیلی ہے تو یہی چیزیں آ رہی ہیں کہ بھائی بھائیوں سے منافع کی بنیاد پہ برادری رکھتے ہیں دوست دوستوں سے "منافع کی بنیاد" پر دوستی رکھتے ہیں جب سمجھتے ہیں اب اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا چھوڑ دیتے ہیں

روحانیت کیا ہے وہ تعلق جو بطفیل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے قائم ہو جائے انسان کی روح اُس کی آمد اُس کی ضرورت، اُس کی پرورش اُس کی تربیت اُس کی سمجھ آ جائے اور انسان اُس تربیت کو اختیار کرے اور روحانی لذائذ جو ہیں یہ مادی لذائذ پر غالب ہو جائیں اور دنیا کا کام بھی آخرت کے لئے کر رہا ہو یہ ہے روحانی زندگی اور یہ ہے مشائخ کی برکات اب اس میں چولہا گرم کرنے سے لے کر کاروبار سلطنت چلانے تک سارے امور زندگی شامل ہیں مومن کے لئے کوئی راہِ فرار نہیں ہے کہ زندگی کے کسی میدان سے وہ بھاگ جائے بھاگنے کا راستہ نہیں ہے

سیاسیات ہوں تعلیم و تعلم ہو فنون ہوں کاریگری ہو کھیتی باڑی ہو تجارت ہو زندگی کا کوئی شعبہ ہو جس شعبے کی جس میں استعداد ہے اُس پہ واجب ہے کہ وہ اُس شعبے میں کام کرے اور وہاں رہ کر یہ ثابت کرے کہ میں اللہ کے لئے جیتا ہوں اللہ کے لئے مرتا ہوں۔ یہ اسلام نہیں ہے کہ ہم اپنے آپ کو کاروبار حیات سے بیگانہ کر لیں یہ تصوف نہیں ہے۔ یہ روحانی زندگی نہیں ہے اگر اچھے لوگ اپنے آپ کو کارگہہ حیات سے نکال لیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سوسائٹی کے اچھے لوگ بدکاروں اور شیطانوں کے حق میں دست بردار ہو جائیں اور سوسائٹی کو اُن کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیں۔

یہ میری ذاتی رائے ہے میں نہیں سمجھتا کہ ایسے لوگوں کی عبادت پہ کوئی صلہ مرتب ہوگا۔ اتنا بڑا جرم ہے اللہ کی مخلوق کو شیطانوں کے سپرد کر دینا اور کسی گوشے میں بیٹھ کر سجدے کرتے رہنا یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ میں نہیں سمجھتا اللہ کریم ایسے سجدوں کو قبول فرمائے اس سے تو مجھے وہ بدکار اچھے لگتے ہیں۔ جو نماز ادا نہیں کرتے لیکن حق کی حفاظت کے لئے میدان میں ڈٹے رہتے ہیں اللہ انہیں توفیق عبادت بھی دیدے تو مقصد ایمان کو وہ پا لیتے ہیں یعنی زندگی میں ضروری ہے کہ ہر مومن اپنے نور ایمان کی حقانیت کو ثابت کرے اور یہ پتہ چلے کہ یہاں کوئی ایماندار بستا ہے یہ دکاندار مومن ہے یہ وکیل ایماندار ہے۔ یہ جج مسلمان ہے یہ پولیس آفیسر مسلمان ہے یہ فوجی سپاہی مسلمان ہے یہ کام یہ کرے گا اور یہ زیادتی ہے یہ نہیں کریگا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے سامنے ایک عیسائی مشرک امیر گرفتار ہو کر آیا واجب القتل تھا میدان جنگ سے گرفتار ہوا بہت بڑا مجرم تھا مسلمانوں کا۔ تو قتل کا حکم دیا گیا۔ وقتِ قتل اُس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کوئی ضرورت، کوئی خواہش تمہاری، کوئی بات کرنا چاہتے ہو۔ تو اُس نے کہا

کہ پانی پینا چاہتا ہوں پانی لا دو بھائی پانی لایا گیا تو اس نے کہا کہ پانی نہیں پیوں گا اس لئے کہ کیا بھروسہ پانی پینے بھی دو گے یا نہیں یہ ضمانت اگر ہو کہ میں پانی پیوں تو اُس کے بعد قتل کیا جاؤں تو پھر ضمانت دی گئی تو کہنے لگا کہ اپنے امیر سے پوچھ لو انہوں نے کہا کہ اس میں امیر کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے ہم نے تمہیں ضمانت دی تم تسلی سے پیو تو اُس نے پیالہ پھینک دیا میں پیتا ہی نہیں دیکھتا ہوں تم مجھے قتل نہیں کرتے۔ تو یہ بات سیدنا فاروق اعظم کے پیش ہوئی تو انہوں نے فرمایا اس نے دھوکا کیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے لیکن اس کا یہ دھوکا دین کو بدنام کرے گا کافروں میں اس لئے اگر ایک کافر کو قتل نہ کر کے اسلام کی عزت بچتی ہے تو اسے چھوڑ دو۔ اسے جانے دو پھر میدان جنگ میں آئے گا۔ ہمارے مقابل ہی آئے گا۔ اور اللہ اسے رسوا کریگا یہ بچ نہیں سکے گا حق کی تلوار سے۔ لیکن اس ایک آدمی کے لئے پورے دین پر حرف مت آنے دو۔ تو جب چھوڑ دیا گیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا کہ اتنی صداقت اتنا اللہ پر بھروسہ۔ کہ میری ایک ذات تو اتنی قیمتی تھی کہ قیصر و کسریٰ کے پیغامات آتے تھے کہ میرے پاس چلے آؤ ہم تمہارے قبیلے کو اسلحہ بھی دیں گے مدد بھی کریں گے مسلمانوں کے خلاف لڑائیں گے۔ اتنی سی بات پہ جس پر میرا حق بھی نہیں بنتا محض اس لئے چھوڑ دیا کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام پر حرف نہ آئے۔ اور کافروں میں بھی خالص دھوکا کر رہا ہے۔ اُسے پراپیگنڈہ کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اس لئے کہ اُن کا بھروسہ اللہ پر تھا وہ کسی غیر اللہ سے دبتے نہیں تھے۔ کیا فرق ہے اسے چھوڑ دو گے قیصر بھی اس کی مدد کرے کیا ہو گا ہماری مدد بھی تو اللہ کر رہا ہے

تو روحانی زندگی یہ ہے کہ جو ہم مراقبات جو اللہ اللہ یا مشائخ سے جسے ہم فیض کہتے ہیں ہماری مراد فیض سے یہ نہیں ہوتی کہ بزرگوں کے پاس آتے ہیں تو اس سے ہماری اولاد پیدا ہوتی ہے یہ معاملہ طے ہو چکا اللہ کو علم ہے اُس نے کتنے بندے پیدا کرتے ہیں اب کسی کے مشورے سے اپنے پروگرام بڑھائے گھٹائے گا نہیں اُس نے لوگوں میں عمریں تقسیم کر دیں کسی کے مشورے کا محتاج نہیں ہے کہ آج کوئی اُسے کہے کہ اس کی زندگی گھٹا دے اس کی بڑھا دو یہ اُس کا اپنا معاملہ ہے اس نے رزق بانٹ دیا لوگوں کو پیدا کرنے سے پہلے اُس نے مقدر کر دیا کہ فلاں کو اتنا ملے گا فلاں کو اتنا ملے گا۔

دیکھتے نہیں ہو لوگ اربوں روپے جمع کرتے ہیں اُن کے اپنے نہیں ہوتے اُن کو کھانے نہیں دیتا وہ بعد میں آنے والوں کے لئے ہوتے ہیں وہ کھاتے ہیں یہ جمع کر کے رکھ کے مر جاتے ہیں جس کے ہوتے ہیں اُس تک پہنچتے ہیں۔ ہم اس لئے جمع نہیں ہوتے کہ بزرگوں کے پاس آنے سے مقدمہ جیت جائیں گے کبھی نہیں۔

اس لئے آتے ہیں کہ ہمیں وہ تیقن حاصل ہو وہ نورِ ایمان نصیب ہو کہ ہم جب واپس میدان کارگہہ حیات میں جائیں تو ہمارا اسلامی تشخص ہمارے مسلمان ہونے کی جو حیثیت ہے ہم اُسے قائم رکھ سکیں تاکید ربز دی کے ساتھ۔ یہی وہ برکات ہیں جو بارگاہِ نبوت سے بٹتی ہیں جو اہل اللہ کے سینوں میں ہوتی ہیں اور جسے ہم اصطلاح شریعت میں اخذ فیض یا اخذ برکات کہتے ہیں اُس سے مراد یہ قلبی کیفیت ہے اور اگر کسی کو ذکر اذکار سے یہ نعمت حاصل نہیں ہو رہی تو۔ اس غلط فہمی میں نہ پڑے کہ اس کے ذکر کرنے سے بارشیں ہوتی ہیں وہ پیدا نہیں ہوا تھا بارشیں ہوتی تھیں وہ مر جائے گا یہ ہوتی رہیں گی۔ تو پھر میں اور آپ اس کا سبب کیسے بن گئے دنیا کا نظام میں اور آپ نہیں تھے تو چلتا تھا نہیں ہو لگے چلتا رہے گا۔ تو کوئی بھی انسان اس کا سبب نہیں ہے اس کی اپنی حکمت بالغہ ہے اُس کی اپنی صنعت ہے اُس کی اپنی کائنات ہے۔ وہ خود بہتر سمجھتا ہے کہ کس وقت کیا کرنا ہے کس کو کب پیدا کرنا ہے۔ کسی کو کب دنیا سے اُٹھا لیتا ہے۔

ہمارا جو مقصد حصول فیض سے ہے وہ یہ ہے کہ ہم میں وہ جرأت وہ طلب وہ کیفیت آجائے ویسی تو ناممکن ہے جو صحابہ میں تھی چونکہ اُن کے سامنے تو شمس نبوت تھا لیکن کوئی شمع اُس کا نصیب ہو جائے اُس لڑی میں پروئے جائیں اُس راستے میں چل نکلیں وہ طلب آجائے اُس سمت ہمارا قبلہ درست ہو جائے ہمارا جینا ہمارا مرنا اُس راستے پہ ہو جائے جو متعین فرما دیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ملکی سیاست ہے اور الیکشن آگئے ہیں کتنی بڑی پہچان ہے کھوٹے اور کھرے کی دوسروں کے لئے نہیں ہمارے اپنے لئے ایک آزمائش آگئی ہے کہ ہم اُس میں دیکھیں کہ ہم میں کتنا ایمان ہے کہ مومن کو دے رہا ہے یا کافر کو نیک

کو دے رہا ہے یا بدکار کو پھر اس کو یہ بھی غلط فہمی ہے کہ
مسلمان بھی ہوں۔

؎ ایں خیال است و محال است و جنوں

وہ اپنے آپ کے ساتھ دھوکا کرتا ہے اور اگر ووٹ دیتے ہوئے ہماری پسند یہ ہے کہ میری اس رائے سے ایسے آدمی کی تائید ہو جو واقعی نیک ہے مخلص ہے دیندار ہے خواہ مجھے اس سے کوئی دنیوی فائدہ پہنچے نہ پہنچے جائے بھاڑ میں وہ میرا نام جانتا ہے یا نہیں جانتا میرے پاس ووٹ مانگنے آیا ہے یا نہیں آیا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں تائید اس شخص کی کروں جس میں اس منصب کا اس عہدے کا کوئی استحقاق پایا جائے اور اگر سارے ہی بُرے ہیں تو کم از کم دس بُرے ہیں تو اُن میں سے جو سب سے کم تر بُرا ہے اُس کے حق میں رائے دے دوں کہ لوگ زیادہ بُرے کی اذیت سے بچ جائیں اور ایک کم تر برائی میں مبتلا ہوں یعنی پھر بھی ضائع نہ کریں اگر دس آدمی کھڑے ہیں ایک حلقے میں دس کے دس نیک نہیں ہیں تو دس کے دس ایک درجے کے بدکار نہیں ہوں گے کوئی تو کم بُرا ہوگا تو کم از کم قوم اور ملک کو بہت بڑے بدکار کی برائی سے بچانے کا سبب تو بن سکتے ہیں کہ کسی کم تر بُرے کو ووٹ دے دیں۔

آپ نے کُتے دیکھے ہیں کوئی زبردستی کاٹ لیتا ہے کسی کو چھیڑو تو کاٹتا ہے کسی کو چھیڑو بھی تو نہیں کاٹتا کسی ایسے کو دیدو جو چھیڑنے سے بھی نہ کاٹے کم از کم اُس کے شر سے تو بچ جائے گی قوم اور یہ بھی یاد رکھیں میری ذاتی رائے جو ہے وہ یہ ہے کہ یہ مغربی جمہوریت سرے سے دھوکا ہے اس میں دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ اکثریت کی بات مانی جائے لیکن اکثریت کو رَد کیا جاتا ہے اس کا جو عملی پہلو ہے وہ یہ ہے کہ ایک عیار اور ہوشیار اقلیت ساری اکثریت پہ حکومت کرتی ہے آپ کسی الیکشن میں دیکھ لیں ملکی سطح پر جیتنے والے کبھی اکثریت میں نہیں ہوتے۔ ہمارے ملک میں سب سے زیادہ اکثریت پیپلز پارٹی کو ابتدائی دور میں حاصل ہوئی تھی جو ملکی آبادی کا تیس فیصد تھی یعنی سب سے زیادہ اکثریت جو پورے الیکشنوں کی تاریخ میں کبھی پائی گئی ہے ایک پارٹی کے پاس وہ بھی ملک کا تیس فیصد بنتی ہے تو ستر فیصد اکثریت ہے یا تیس فیصد۔ آپ اپنے حلقے میں دیکھ لیں آپ کے حلقے سے اگر کوئی انتخاب جیتنے والا بھی ہے تو وہ دیکھے جتنے ووٹ اُس کو ملے ہیں باقی سارے حلقے کے ووٹوں کا ٹوٹل کریں اکثریت اُس طرف ہوگی۔

یہ مغرب کا ایک فراڈ ہے لفظوں کا ہیر پھیر ہے ایک دھوکا ہے جس میں چند عیار چند چرب زبان چند زیادہ باتیں کرنے والے چند جھوٹے دعوے کرنے والے سادہ دل لوگوں کو دھوکا دے کر اُن کی گردنوں پہ سوار ہو جاتے ہیں اور پھر دوسرا ظلم یہ کرتے ہیں کہ جی آپ کے منتخب لوگوں میں سے ہم نے وزیر بنائے گورنر بنائے تم پر ظلم کرتے ہیں تو تمہارے نمائندے ہیں ہمارا کیا ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

اسلامی طریقہ انتخاب بڑا سادہ ہے بڑا آسان ہے کہ ایک شخص جو پورے ملک کا ذمہ دار ہو اور امیر ہو اُسے صرف قوم کے اہل الرائے لوگ وہ لوگ جن کا تقویٰ دین داری نیکی اور علم پر لوگوں کو اعتبار ہو وہ اُسے منتخب کریں اور پھر عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کر دیں اگر سارے لوگ اُس پہ متفق ہو جائیں تو وہ ذمہ دار ہے کاروبار و ملک کو چلانے کا وزیر بناتا اُس کی ذمہ داری ہے گورنر بناتا اُس کی ذمہ داری ہے تمام عہدے بناتا اُس کی ذمہ داری ہے اور جہاں کوئی گورنر کوئی ذمہ دار خرابی کرے پبلک کو حق حاصل ہے کہ اُس کا دامن جا کر پکڑے کہ تمہارا وزیر یہ کر رہا ہے بڑا سیدھا سا اصول ہے اسلام کا اس مغربی جمہوریت میں سارا دھوکا ہے۔

ایک وزیر ظلم کرتا ہے شکایت لے کر جائیں کہتے ہیں جی آپ کا ایم۔ این اے ہے ہم کیا کریں پھر دھوکا دے جاتے ہیں لیکن چونکہ یہاں یہ رواج ہے اور مسلمان فرائض کے بغیر زندہ ہیں عقیدہ توحید کے بغیر زندہ ہیں نبی کریم کے ساتھ تعلق کے بغیر زندہ ہیں زکوٰۃ دینے کے بغیر زندہ ہیں حج فرض ہے نہیں کرکے زندہ ہیں جمہوریت کے بغیر یہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہمارے ہاں کے دانشوروں کی یہ مصیبت آئی ہوئی ہے جس کا سر گنجا ہو جائے اور جو بے تحاشا بولنا شروع کر دے وہ یہاں دانشور کہلاتا ہے خواہ کچھ بکتا چلا جائے اور ان کی یہ مصیبت ہے کہ انہوں نے

کبھی جمہوریت کا تجزیہ کر کے نہیں دیکھا مغرب والے تحقیق کر کے بات کرتے ہیں۔

آپ اندازہ کریں برسوں محنت کر کے ایک لفظ ایجاد کر دیتے ہیں ایک کتاب ملتی ہے برطانیہ والوں کی (OUR INDIAN MUSLIMS) اُس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہم نے برسوں تحقیق کی ان مسلمانوں کو کیسے قابو کیا جائے۔ تو بڑی تحقیق و جستجو کے بعد ایک لفظ ہم نے بنایا وہابی آج تک پورے ملک میں کوئی شخص نہیں دیکھا جو کہے میں وہابی ہوں اور جو جس سے جھگڑتا ہے اُسے وہابی کہہ دیتا ہے اور جناب T.B کے مریض کے ساتھ کھانا کھا لیں گے کسی اور چھوت چھات کے مریض کو برداشت کر لیں گے وہابی کو برداشت نہیں کریں گے کوئی پتہ ہی نہیں ہے وہابی ہے کیا۔ یعنی محض انگریز نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے ہر اُس عالم کے گلے یہ فتویٰ ڈالا جس نے انگریزوں کی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی عامۃ المسلمین کیلئے ایک لفظ پر قوم کے دو حصے کر دیئے۔

اس طرح اب یہ دیکھیں یہ "سپر پاور ز" یہ بڑی سوچ کر ایجاد کیا ہے کیا سُپر پاورز ہیں اس دور میں یہ تو اٹامک دور ہے ادھر ہم ہزار آدمی بیٹھے ہیں تو سپر پاورز ہمیں ہونا چاہئے، لیکن اگر پانچ آدمی یہاں سے آٹومیٹک خود کار رائفلیں لے کر دیوار پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ پانچ سپر پاورز ہیں یا آپ ہزار سپر پاورز ہیں یہ تو اٹامک دور ہے بھائی آج تو جو پہلے ایٹم فائر کرے وہی سپر پاورز ہے جس کے پاس زیادہ ہے اُس کا رکھا ہی رہ جائے گا خود اُس کے ملک میں پھٹیں گے تو پھر یہ سپر پاورز کا فساد کیا سپر پاورز تو اُس وقت تھی جب دست بدست لڑائی ہوتی تھی اور افرادی قوت ہی تھی تو ایک ایک گورنر قیصر کا ڈھائی ڈھائی لاکھ سپاہی لے کر آتا تھا تین تین لاکھ سپاہی لے کر آتا تھا اُن کا مقابلہ تیس ہزار مسلمانوں نے دست بدست جنگ میں کر لیا تھا تاریخ میں موجود ہے انہیں انہوں نے سپر پاورز نہیں مانا انہوں نے کہا سپر پاورز اللہ ہے۔ طاقت اُس کے پاس ہے فتح و شکست اُس کے پاس ہے حق کے لئے لڑیں گے کسی سے نہیں ڈریں گے۔ تو

آج انہوں نے محض ایک لفظ ایجاد کر کے تمام کا مغز پھیر دیا آپ کسی جرنیل کو لے لیں کسی منسٹر کو لے لیں کسی سربراہ کو لے لیں اُن کی مصیبت آئی ہے سپر پاورز ہے سپر پاور کو اللہ کے نام پر چند دیوانوں نے پھٹے کپڑوں اور پھٹی جوتی والے افغانوں نے سپر پاور کو ناکوں چنے نہیں چبوا دیئے۔

آپ اندازہ کریں انگریز نے ہمارے ہاں بنا دیا ایک تھرڈ ڈویژن عجیب بات ہے وہ تھرڈ ڈویژن والا پس اُس جماعت میں بھی پڑھ نہیں سکتا آگے اُسے کوئی داخلہ نہیں دیتا دفتر میں جائے نوکری کوئی نہیں دیتا بھئی اگر یہ اتنا ہی ناقابل ہے تو اُسے فیل کر دو پاس کیوں کرتے ہو اور پاس کرتے ہو تو اُسے وہ حقوق دو جو پاس ہونے والے کے پاس ہونے چاہئیں

اس کو بڑھا کر انہوں نے تھرڈ ورلڈ بنا دیا اب اُس تھرڈ ڈویژن کی طرح تھرڈ ورلڈ والوں کو یہ وہم ہو گیا کہ جو کچھ وہ کر سکتے ہیں ہم کر ہی نہیں سکتے جی ہم تھرڈ ورلڈ ہیں اور یہ سمجھ لو یعنی بیٹھے بٹھائے ایک بہت بڑی اکثریت کو ایک لفظ کی مار دے کر بر اعظموں کے بر اعظم انہوں نے شل کر دیئے اور کوئی اُٹھنے کی جرأت ہی نہیں کرتا جی ہم تھرڈ ورلڈ ہیں اور تماشا دیکھو بھئی تمہیں کس نے تھرڈ پیدا کیا اللہ نے پیدا کیا تمہارے ہاتھ کم ہیں تمہارا دماغ کام نہیں کرتا تمہاری ٹانگیں کمزور ہیں تمہاری بینائی کمزور ہے کیا فرق ہے تم میں کس معاملے میں تھرڈ ہو تم۔

اور بڑی عجیب بات ہے میں نے امریکہ میں دیکھا ہے کہ جتنے ان کے چوٹی کے ادارے ہیں سائنسی تحقیقات کے ناسا تک اور ایسی تحقیقاتی اداروں تک اُن سب میں چوٹی کے جو سائنس دان ہیں وہ مسلمان اور بالخصوص پاکستانی ہیں۔ ہماری مصیبت صرف یہ ہے کہ انہوں نے سائنٹسٹ بننے میں محنت کی اسلام کو بھول گئے نام کے مسلمان ہیں باقی سب کچھ وہی بن چکے ہیں جو وہ لوگ ہیں یعنی استعداد پھر اس خطے میں زیادہ ہے۔

آپ اس سپر پاور کو دیکھیں امریکہ وہ ملک ہے جس کا

کوئی رہنے والا وہاں کا باشندہ ہی نہیں ہے کوئی سپین کا ہے کوئی انگلینڈ کا ہے کوئی جرمنی کا ہے کوئی فرانس کا ہے امریکہ وہ براعظم ہے جس کے اپنے رہنے والے ریڈ انڈین ہیں جو ملتے بھی نہیں وہاں کوئی امریکن امریکن نہیں ہے اور وہ سپر پاورز بنے ہوئے ہیں سارے باہر کے آبادکار ہیں یعنی امریکہ ایک ایسا ملک ہے جس کی مقامی آبادی تو ریڈ انڈین تھے جو وہاں ملتی نہیں ہے تباہ ہوگئی جو بلیک ہیں وہ سارے حبشی غلام ہیں جو افریقہ سے اٹھا کر یہ اُن کی تجارت کرتے رہے اُن کی اولاد ہیں اور باقی کوئی سپین کا ہے کوئی فرانس کا ہے کوئی جرمنی کا ہے کوئی بلجیم کا ہے کوئی ڈنمارک کا ہے

آج بھی ہمارے ملک میں اللہ کا یہ احسان ہے کہ آبادکاری کا اکثر اور بہت بڑی اکثریت دیندار ہے کاش یہ دین کو نماز روزے سے آگے بھی سمجھتے۔ ہماری حقیقت یہ ہے کہ ہم نے دین کو صرف سجدہ کر لینے پر محدود کر لیا صرف تلاوت کر لینے پر حج کر لینے پر محدود کر دیا دین تام ہے کارگاہِ حیات میں جو کردار آپ ادا کرتے ہیں اُس کا۔ عبادات ضرورت ہیں اُس کردار کو ادا کرنے کے لئے تائید باری کو حاصل کرنے کی۔ یہ جو سجدہ ہم کرتے ہیں یہ جو تلاوت ہم کرتے ہیں یہ جو ذکر کرتے ہیں یہ سبب بنتا ہے اللہ کی نصرت اور اُس کی تائید کا کہ اس سے طاقت لے کر ہم میدان عمل میں جائیں اگر میدان عمل کو چھوڑ دیا جائے تو یہ دوسرا نقصان ہوگا کہ اُدھر سے سامان بھی لے رہے ہو اور میدان کارزار میں جاتے بھی نہیں۔ اگر روزانہ تلواریں لے کر جمع کرتا جائے اور لڑائی کے میدان میں نہ جائے تو اس نے اچھا کیا یا اور میدان جنگ میں جانے کو تیار ہو اور تلوار اور اوزار لینا ہی بھول جائے تو اس نے کیا اچھا کیا۔ کیا لڑے گا۔

تو دونوں باتیں ضروری ہیں کہ سجدے کے وقت سربسجود ہو کام کے وقت صف اول میں کھڑا کام کر رہا ہو سائنس کا میدان ہو تعلیم و تعلم کا ہر شخص کو رب کریم نے ایک استعداد دی ہے اُس کا ایک مزاج بنایا ہے ایک آدمی کاشتکاری اچھی کر سکتا ہے تجارت نہیں کر سکتا دوسرا تجارت اچھی کر سکتا ہے ہل نہیں جوت سکتا تیسرا دفتر میں بیٹھ کر کام کر سکتا ہے فیلڈ میں نہیں جا سکتا تو جس کام کے لئے رب نے مزاج بنایا ہے اُس کام کو اُس طرح سے کرے کہ اس میں اللہ کی رضا حاصل ہو۔

اور اس قوت کو حاصل کرنے کے لئے ہم اپنے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اپنے رب کے آگے سربسجود ہوتے ہیں ذکر اذکار کرتے ہیں تلاوت کرتے ہیں محنت و مجاہدہ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی زمین پر کچھ اللہ کے بندے بھی نظر آئیں اگر ہمارے کردار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ ہوتی ہو۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا کہ لوگو! اگر میں سیدھے راستے سے ہٹ جاؤں۔ یعنی اسلامی انتخاب یہ ہے کہ جسے چن لیتے ہیں۔ جب تک وہ اسلامی راستے پر چل رہا ہے آپ اس کے ساتھ تعارض نہیں کر سکتے ساری زندگی بھی چن لیا آپ نے بس آپ کی ذمہ داری ختم اور اگر وہ دین کا راستہ چھوڑ دیتا ہے تو آپ اُس سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیں اُسے ہٹا دیں حکومت اُس کے باپ کی وراثت نہیں ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا اگر میں اتباع سنت کو چھوڑ دوں تو ایک صحرائی بدوی ایک صحرا نشین پھٹے کپڑوں والا اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے تلوار نکال کر کہا کہ ہماری تلواریں آپ کو سیدھا کر دیں گی۔ اسلامی سیاست تو یہ ہے

اور مسلمان کو اپنے ذرائع علم کی بنیاد رکھنا چاہئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور اللہ کی کتاب کی حدود کے اندر۔ اپنے اصل سے کٹ کر اگر ہم جو تلنگ ڈور سے کٹ کر بلندیوں پہ بھی چلی جائے اُس کا جانا نہ جانے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ اسلام سے کٹ کر ہم نے کچھ پا بھی لیا تو کیا پایا۔

عورت کی سربراہی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مخلوق کو مختلف قوتوں اور صلاحیتوں سے آراستہ کر کے مختلف مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے اور جس مقصد کے لیے کسی مخلوق کی تخلیق ہوئی ہے اسی کے مناسب اسے صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک شخص بیل پر بوجھ لاد کر اسے ہانک رہا تھا کہ بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ہم اس کام کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ ہم کاشتکاری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا کہ کیا بیل بھی گفتگو کرتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر میں ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ (رضی اللہ عنہما) راوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات اس مجلس میں موجود نہ تھے۔" (صحیح بخاری)

گویا بیل کی تخلیق سواری یا بار برداری کے لیے نہیں، بلکہ کاشتکاری کے لیے ہے اور اس سے سواری یا بار برداری کا کام لینا اس مقصد کے خلاف ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق فرمائی ہے اور جن صلاحیتوں سے اسے بہرہ مند فرمایا ہے۔

دیگر مخلوق کی طرح مرد و عورت کو بھی حق تعالیٰ نے جداگانہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اور دونوں کو جداگانہ مقاصد کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ دونوں کی ساخت میں ایسا بنیادی فرق رکھا ہے جو دونوں کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہوتا ہے۔ دونوں کی چال ڈھال، انداز نشست و برخاست، لب و لہجہ، اخلاق و عادات، معاشرتی آداب، خیالات و احساسات اور میلانات و رجحانات یکسر مختلف ہیں۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں کی الگ الگ فطری و طبعی خصوصیات ہی عائلی زندگی کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"پھر جب کہ بالطبع عورت کو اولاد کی پرورش کے اچھے طریقے معلوم تھے وہ عقل میں کم، محنت کے کاموں سے جی چرانے والی۔ زیادہ حیادار، خانہ نشینی کی طرف مائل ادنیٰ ادنیٰ امور میں کوشش کرنیوالی اور فرمانبردار تھی اور مرد بہ نسبت عورتوں کے عقل مند، غیرتمند

باہمت، بامروت زور آور اور مقابلہ کرنے والا تھا۔
اس لیے عورت کی زندگی بغیر مرد کے نامتمام تھی اور
مرد کو عورت کی احتیاج تھی "
(اردو ترجمہ حجۃ اللّٰہ البالغہ صہ ج ۱)

چونکہ دونوں کی زندگی ایک دوسرے کی صنفی خصوصیات کے بغیر نامتمام اور نامکمل تھی اس لیے فطرت نے دونوں کو باہمی الفت و تعاون کے معاہدہ پر مجبور کر دیا۔ اسطرح انسانوں کی عائلی زندگی تشکیل پذیر ہوئی۔ اور یہ انسانیت پر حق تعالےٰ شانہ، کا احسان عظیم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

ترجمہ:- اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی اس میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں "
(ترجمہ حضرت تھانوی۔ الروم: ۲۱)

مرد و عورت دونوں نے معاہدۂ الفت و تعاون میں منسلک ہو کر سفر معاشرت کا آغاز کیا تو ضرورت پیش آئی کہ دونوں کیلئے حسن معاشرت کا دستور وضع کر دیا جائے جس میں دونوں کے حقوق و فرائض اور مرتبہ و مقام کا تعین کر دیا گیا ہو۔ چنانچہ قران و حدیث میں بڑی تفصیل سے ان امور کی تشریح فرما دی گئی ہے۔ اور سب کا خلاصہ درج ذیل آیت شریفہ کے موجزو معجز الفاظ میں سمو دیا گیا ہے۔

" اور عورتوں کا حق ہے، جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا " (البقرہ: ۲۲۸)
(ترجمہ: شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ)

دوسری جگہ اسی کی مزید وضاحت وصراحت اسطرح فرمائی گئی۔

" مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالےٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔ اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں۔ مرد کی عدم موجودگی میں، بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی بد دماغی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو انکے لیٹنے کی جگہوں پہ تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں " (النساء ۳۴)
(ترجمہ حضرت تھانوی)

اس آیت شریفہ میں عورت پر مرد کی فضیلت کا اعلان کرتے ہوئے مرد کو قوام، نگران اور حاکم قرار دیا ہے اور عورت کی اصلاح و فلاح اس کی اطاعت شعاری اور اپنی عصمت کی پاسداری میں مضمر بتائی ہے۔ پس اس آیت کریمہ کی رو سے وہ معاشرہ صحیح فطرت پر گامزن ہوگا جس میں مرد حاکم اور عورت اطاعت شعار ہو۔ اسکے برعکس جس معاشرہ کی حاکم عورت کو بنا دیا جائے وہ فطرت سے منحرف اور انسانیت سے برگشتہ معاشرہ قرار پائے گا۔

اس آیت میں حق تعالےٰ نے مرد کی حاکمیت کے دو اسباب بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالےٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے۔ دوم یہ کہ عورت کے مہر اور نان و نفقہ کی ذمہ داری مرد پہ ڈالی ہے۔ امام رازیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت فرمایا کہ مردوں کو عورتوں پر سلطنت حاصل ہے اور یہ کہ ان کا حکم ان پہ نافذ ہے قواس کے بعد یہ بیان فرمایا کہ مردوں کے عورتوں پر حاکم ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ کو اس ارشاد میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض یعنی مردوں کو بعض یعنی عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ مردوں کو بہت سی وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔ ان میں سے بعض صفات حقیقیہ ہیں اور بعض احکام شرعیہ۔ جہاں تک صفات حقیقیہ کا تعلق ہے تو یہ واضح رہنا چاہیئے کہ فضائل حقیقیہ کا مرجع دو چیزیں ہیں، ایک علم، دوسری قدرت اور اس میں شک نہیں کہ مرد عقل اور علم میں بڑھ کر ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ اعمال شاقہ پر مردوں کی قدرت زیادہ کامل ہے۔ پس ان دو اسباب کی بنا پر مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ عقل میں، حزم میں، قوت میں، عام

طورسے کتابت میں، شاہسواری میں، تیر اندازی میں اور یہ کہ انہی میں نبی اور (بیشتر) علماء ہوتے ہیں۔ اور درج ذیل مناصب بالاتفاق مردوں سے مخصوص ہیں۔ امامت کبریٰ، صغریٰ، جہاد، اذان، خطبہ، اعتکاف اور حدود و قصاص میں شہادت امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح کی ولایت بھی مردوں سے ہی مخصوص ہے۔ علاوہ ازیں میراث میں مردوں کا حصہ زیادہ رکھا گیا ہے اور میراث میں عصبہ صرف مرد ہوتے ہیں۔ قتل خطا میں دیت اور قسامت صرف مردوں پہ ڈالی گئی ہے۔ نکاح کی ولایت طلاق، رجعت اور تعداد ازدواج کا اختیار صرف مردوں کو حاصل ہے۔ بچے کا نسب بھی مردوں سے جاری ہوتا ہے۔ یہ تمام امور دلالت کرتے ہیں کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور فضیلت کی دوسری وجہ حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے: "اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں"۔ یعنی مرد عورت سے افضل ہے، کیونکہ وہ عورت کو مہر دیتا ہے اور عورت کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ ہے"۔

(تفسیر کبیر؛ ص ۸۸؛ ج ۱۰)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
"حق تعالےٰ شانہٗ فرماتے ہیں: "مرد عورتوں پہ حاکم ہیں"۔ یعنی مرد عورت پر نگران ہے، اس کا رئیس ہے، اس کا بڑا ہے، اس پر حاکم ہے اور جب عورت کجی اختیار کرے تو اس کا مودب ہے"۔ "اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" یعنی اس وجہ سے کہ مرد، عورتوں سے افضل ہیں اور مرد عورت سے بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت مردوں کے لیے مختص ہے۔ اسی طرح سلطنت بھی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "وہ قوم ہرگز کامیاب نہ ہوگی جس نے سلطنت کا کام عورت کے سپرد کر دیا"۔ (صحیح بخاری)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔
"اسی بناء پر مردوں کو مخصوص کیا گیا رسالت و نبوت کے ساتھ، امامت کبریٰ و صغریٰ کے ساتھ اور اسلامی شعائر مثلاً اذان، اقامت اور خطبہ و جمعہ کے ساتھ...... وغیرہ"۔ (روح المعانی؛ ص ۲۳؛ ج ۵)

اس قسم کی تصریحات اس آیت کریمہ کے ذیل میں دیگر مفسرین نے بھی فرمائی ہیں۔

الغرض مرد و عورت کے درجات کا تعین کرتے ہوئے قرآن کریم نے مرد کی حاکمیت کا واضح اعلان کیا، جس طرح اپنی فطری خصوصیات کی بنا پر عورت نبی و رسول نہیں ہو سکتی، نماز میں مردوں کی امام نہیں بن سکتی، مسجد میں اذان و اقامت کہنا، خطبہ دینا اور جمعہ و عیدین کا قائم کرنا اس کے لیے جائز نہیں، اسی طرح امامت کبریٰ (ملک کی سربراہی) کے فرائض انجام دینا بھی اس کی فطری و خلقی ساخت کے منافی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ ایرانیوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا سربراہ بنا لیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً" (صحیح بخاری ص ۶۲۶ ج ۱)
"وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنی حکومت کا کام عورت کے سپرد کر دیا"۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم سے "فلاح" کی نفی فرمائی ہے۔ جس کی حکمران عورت ہو۔ "فلاح" کی تشریح کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

"فلاح کے معنی ہیں کامیابی اور مقصود کو پا لینا اور اس کی دو قسمیں ہیں، دنیوی و اخروی۔ پس دنیوی فلاح ان سعادتوں اور نیک بختیوں کے ساتھ کامیاب ہونا ہے جن کے ذریعہ دنیوی زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔ اور وہ تین چیزیں ہیں بقاء، غنیٰ اور عزت اور ایک فلاح اخروی ہے اور یہ چار چیزیں ہیں ایسی بقاء جس کے بعد فنا نہیں، ایسی غنیٰ جس میں فقر نہیں، ایسی عزت جس کے بعد ذلت نہیں اور ایسا علم جس میں جہل کا شائبہ نہیں"۔ (مفردات قرآن)

فلاح کی مندرجہ بالا تشریح کی روشنی میں حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ جس قوم پر عورت حکمران ہو وہ حرمان نصیب ہے۔ اسے صرف نہ اخروی سعادتوں سے محرومی ہو گی بلکہ دنیوی سعادتوں اور برکتوں سے بھی محروم رہے گی نہ اسے بقا نصیب ہو گی، نہ غنیٰ، نہ عزو وجاہت اور نہ زندگی کی خوشگواری اسے نصیب ہو گی بلکہ ایسی بدقسمت قوم کی زندگی موت سے بدتر ہو گی۔ اسی مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں زیادہ وضاحت و صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

"جب تمہارے حکام تم میں سب سے بہتر ہوں، تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے پائیں تو تمہارے لیے زمین کی پشت زمین کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام برے لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کا پیٹ تمہارے لیے اسکی پشت سے بہتر ہے۔"

(ترمذی ص ۵۱، ج ۲، مشکوٰۃ شریف ۴۵۹)

اس حدیث میں جو یہ فرمایا ہے کہ "تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے۔" مطلب یہ کہ ایسی زندگی سے موت لاکھ درجہ اچھی ہے اور یہ ایسا ہی محاورہ ہے جیسے ہماری زبان میں کہا جاتا ہے کہ "اس سے تو ڈوب جانا بہتر ہے۔" اس میں اشارہ ہے اس امر کیطرف کہ جب انسانی اقدار ملیامیٹ ہو جائیں کہ خود کمالِ وقاحت سے عورت کو اپنا حکمران تسلیم کرلیں تو وہ زندہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں بلکہ انسان کی چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔

الغرض قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے واضح ہے کہ عورت کا حکمران بننا نہ صرف عورت کی فطرت سے بغاوت ہے بلکہ یہ انسانی فطرت کے لیے موت کا پیغام ہے۔ قرآن و حدیث کی انہی تصریحات کے پیشِ نظر فقہائے امت اور علمائے ملت اس پر متفق ہیں کہ عورت حکومت کی سربراہ نہیں بن سکتی۔ اس مسئلہ پر اہلِ علم کی بیشمار تصریحات میں سے چند حوالے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

امام محی السنہ بغویؒ "شرح السنہ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً" اپنی سند کے ساتھ روایت کرنے کے بعد اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"اہل علم کا اتفاق ہے کہ عورت امام اور قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، کیونکہ امام کو ضرورت ہے امر جہاد کو قائم کرنے اور مسلمان کے مصالح کا اہتمام کرنے کے لیے باہر نکلنے کی، اور قاضی کے لیے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے سب کے سامنے آنا ضروری ہے اور عورت سراپا ستر ہے وہ عام مجمعوں میں نکلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور وہ اپنے ضعف کیوجہ سے اکثر امور کے انجام دینے سے قاصر رہے گی اور اس لیے بھی کہ عورت (ولایت میں) ناقص ہے اور امامت و قضا کامل ولایتوں میں سے ہے پس اس کے لیے کامل مرد ہی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

(شرح السنہ ص ۷۷، ج ۱۰، طبع بیروت)

امام قرطبیؒ آیت کریمہ "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" کے ذیل میں خلیفہ کی شرائط ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ساتویں شرط یہ ہے کہ خلیفہ مرد ہو اور اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت امام (حکومت کی سربراہ) نہیں بن سکتی البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ جن امور میں اس کی گواہی جائز ہے ان میں قاضی بن سکتی ہے یا نہیں۔"

(القرطبی: الجامع الاحکام القرآن ج ۱، ص ۲۷۰)

شرح عقائد نسفی میں ہے۔

"امام (حکمران اعلیٰ) کے لیے شرط ہے کہ وہ کامل و مطلق ولائیت کا اہل ہو۔ یعنی مسلمان، آزاد، مرد، عاقل اور بالغ ہو (اس کے بعد ہر شرط کے ضروری ہونے کی وجہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عورت اس کیلئے امام نہیں سکتی کیونکہ) عورتیں دین و عقل میں ناقص ہیں"

(شرح عقائد ص ۱۵۰، مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی)

علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"(عورت کے حکمران اعلیٰ نہ ہو سکنے پر) زیادہ واضح استدلال اس حدیث سے ہے جو صحیح بخاری میں حضرت ابوبکرہ ثقفیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا

حکمران بنالیا تو آپؐ نے فرمایا: "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی۔ جس نے اپنے اوپر عورت کو حاکم بنالیا۔" نیز یہ کہ عورت کو پردے کا حکم ہے اور یہ کہ مردوں کے مجمع میں نہ جائے۔ نیز یہ کہ امت کا اجماع ہے کہ عورت کو امام بنانا صحیح نہیں، حتیٰ کہ امامت صغریٰ میں بھی۔"

(نبراس شرح عقائد ص ۳۲۱۔ امدادیہ ملتان)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "ازالۃ الخفا" میں شرائط خلافت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اور من جملہ شرائط امامت کے ایک یہ ہے کہ امام مرد ہو، عورت نہ ہو کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے تو فرمایا: "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے حکومت عورت کے سپرد کردی۔" اور اس لیے بھی کہ عورت عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ہے اور جنگ و پیکار میں بیکار ہے۔ اور عام محفلوں اور مجلسوں میں حاضری کے قابل نہیں اس لیے حکومت کے مقاصد کو انجام نہیں دے سکتی۔"

(ازالۃ الخفا ص ۴۴، ج ۱)

فقہ حنفی کی معروف کتاب "درمختار" میں ہے۔

"اور امامت کبریٰ (ملک کی حکمرانی) میں امام کا مسلمان، آزاد، مرد، عاقل، بالغ اور قادر ہونا شرط ہے۔"

(درمختار ص ۵۴۸ ج ۱)

فقہ مالکی کی مستند کتاب "منح الجلیل شرح مختصر الخلیل" میں ہے۔

"امام اعظم (سربراہ حکومت) رسول اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی امامت میں، مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں، اسلام کی پاسبانی اور اس کی حدود کو قائم کرنے میں، کفار سے جہاد کرنے میں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بجالاتے میں۔ اس لئے اس میں درج ذیل اوصاف کا پایا جانا شرط ہے، عادل ہو، مرد ہو، سمجھدار ہو، عالم ہو۔"

(منح الجلیل ص ۲۶۳، ج ۸)

فقہ شافعی کی کتاب "مجموع شرح مہذب" میں ہے۔

"اور جائز نہیں کہ قاضی عورت ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی۔ جس نے حکومت عورت کے سپرد کردی۔" اور اس لیے بھی کہ قاضی کے لیے مردوں کے ساتھ ہم نشینی لازم ہے فقہا کے ساتھ، گواہوں کے ساتھ اور مقدمہ کے فریقوں کے ساتھ اور عورت کو مردوں کی ہم نشینی ممنوع ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے حق میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔"

(تکملہ مجموع شرح مہذب ص ۱۲۷، ج ۲۰)

فقہ حنبلی کی کتاب "المغنی" میں ہے۔

"خلاصہ یہ کہ قاضی کے لیے تین شرطیں ہیں ایک کمال اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک کمال احکام، دوسرا کمال خلقت اور کمال احکام چار چیزوں میں معتبر ہے وہ یہ کہ بالغ ہو، عاقل، آزاد ہو، مرد ہو، ابن جریر سے نقل کیا جاتا ہے کہ قاضی کا مرد ہونا شرط نہیں، کیونکہ عورت مفتی ہوسکتی ہے تو قاضی بھی ہوسکتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عورت حدود و قصاص کے علاوہ دوسرے امور میں قاضی بن سکتی ہے کیونکہ ان امور میں گواہ بھی بن سکتی ہے۔

(المغنی ص ۳۸۰، ج ۱۱)

ہماری دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے امر حکومت عورت کے سپرد کردیا۔" اور اس لیے بھی کہ قاضی کے پاس مقدمہ کے فریقوں اور مردوں کا جمگھٹ رہتا ہے اور وہ فیصلے میں کمال رائے، تمام عقل اور زیرکی کا محتاج ہے۔ جبکہ عورت ناقص العقل اور قلیل الرائے ہے مردوں کی محفلوں میں حاضری کے لائق نہیں، اور

جب تک مرد ساتھ نہ ہو تنہا عورت کی گواہی قابل قبول

نہیں چاہے ہزار عورتیں گواہی دے رہی ہوں اور اللہ تعالےٰ نے ان کے بھول چوک جانے پر اس ارشاد میں تنبیہ فرمائی ہے "کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے"۔ عورت امارتِ عظمیٰ (حکومت کی سربراہی اور صوبوں اور شہروں کی حکومت کی صلاحیت نہیں رکھتی، یہی وجہ ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین نے اور ان کے بعد کے سلاطین نے نہ کسی عورت کو کبھی عہدہ قضا پر مقرر کیا، نہ کسی شہر کی حکومت پر اور اگر یہ جائز ہوتا تو پورا زمانہ اس سے غالباً خالی نہ رہتا۔"

اہل ظاہر کے امام حافظ ابن حزم اندلسیؒ "المحلیٰ" میں لکھتے ہیں

"نابالغ اور عورت کو خلیفہ بنانا صحیح نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا"۔ ان تین میں بچے کو ذکر فرمایا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور اس لیے بھی اسلام کے عقود خلیفہ کے سپرد ہیں اور نابالغ بچے کا کوئی عقد صحیح نہیں اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے حکومت عورت کے حوالے کر دی"؛ لہٰذا عورت کی خلافت بھی صحیح نہیں۔"

ان حوالوں سے واضح ہے کہ تمام اہل علم اور مذاہب اس پر متفق ہیں کہ حکومت و مملکت کی سربراہی کے لیے مرد ہونا شرط ہے۔ لہٰذا زمام حکومت کسی عورت کے ہاتھ میں تھما دینا جائز نہیں۔

رہا یہ سوال کہ عورت کو حکومت کا سربراہ بنانا تو جائز نہیں لیکن اگر اسے اس منصب پر فائز کر دیا جائے تو کیا وہ سربراہ بن جائے گی یا نہیں؟ اور شرعاً اس کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں؟ علامہ شامیؒ امام ابوالسعود کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ چونکہ عورت میں اس کی اہلیت ہی سرے سے نہیں پائی جاتی اس لیے شرعاً اس کی امامت منعقد نہیں ہوگی، علامہ شامی کی عبارت حسب ذیل ہے

"تنبیہ:- رہا امام کے منصب اور اس جیسے دیگر منصب پر عورت کا تقرر، سو اس کے صحیح نہ ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتی بخلاف اس کے جو بعض جاہلوں نے سمجھا ہے کہ حاکم کے منصب پر اس کا تقرر صحیح تو ہے لیکن وہ کسی مرد کو نائب بنا کر چلائے (یہ جاہلانہ بات اس لیے غلط ہے) کیونکہ نائب بنانے کی بات تو تب کی جائے کہ پہلے عورت کا تقرر ہوا ا ور تقرر کا صحیح ہونا موقوف ہے۔ اہلیت کے پائے جانے پر پس جب عورت میں اہلیت مفقود ہے تو اس کا تقرر ہی صحیح نہ ہوا۔ اور جب تقرر صحیح نہ ہوا تو نائب بنانے کی بات بھی غلط ہوئی۔" (شامی ص ۴۴۰، ج ۵)

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ مملکت کی سربراہی کیلئے مرد کا شرط ہونا اور عورت کا حکومت کی سربراہی کے لیے نااہل نہ ہونا صرف اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ نہیں بلکہ تمام عالم کے عقلاء کا متفق علیہ فیصلہ ہے چنانچہ فیلسوف اسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "حجۃ اللہ البالغہ" میں باب "سیرت الملوک" میں لکھتے ہیں۔

"بادشاہ کے لیے ضروری ہے کہ اسمیں پسندیدہ اخلاق ہوں ورنہ وہ شہر برباد ہو جائے گا اگر وہ شجاع نہیں ہے تو اپنے مخالفوں سے پورا مقابلہ نہ کر سکے گا رعیت اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے گی۔ اگر وہ بردبار نہیں ہے تو اپنی سطوت سے لوگوں کو برباد ہی کر ڈالے گا اور اگر صاحب حکمت نہیں ہے تو نفع بخش تدبیر کو عمل میں لانے سے عاجز رہے گا اور بادشاہ کیلئے ضروری ہے کہ عقلمند بالغ، آزاد مرد ہو۔ صاحب رائے بینا، شنوا اور گویا ہو، لوگ اس کے شرف اور اسکے خاندان کے اعزاز کو تسلیم کرتے ہوں۔ اس کے اور اس کے آباء و اجداد کے فضائل کو لوگ دیکھ چکے ہوں اور خوب جانتے ہوں کہ بادشاہ مصالح ملکی کی پاسبانی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ یہ سب امور عقل کے ذریعے سے معلوم ہوتے ہیں اور تمام بنی آدم اس پر متفق ہیں خواہ ان کے شہروں میں کیسا ہی بعد کیوں

نہ ہو اور وہ کسی ہی مذہب کے کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ بادشاہ کے مقرر کرنے میں جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر امور بالا کے مکمل نہیں ہو سکتی اگر بادشاہ ان امور میں فروگذاشت کرے گا تو لوگ اس کو خلاف مقصود جانیں گے اور ان کے دل اس سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور اگر خاموش بھی رہیں گے تو دربردہ غصہ میں رہیں گے۔

(حجۃ اللہ البالغہ مترجم ص ۲۹۲ ج ۱)

اور 'خلافت' کے عنوان کے تحت حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں۔

"واضح ہو کہ خلیفہ کے اندر عاقل، بالغ، آزاد مرد، شجاع صاحب رائے، سننے والا اور دیکھنے اور گویا ہونا شرط ہے اور اس کا ایسا شخص ہونا شرط ہے کہ لوگ اس کی اور اس کے نسب کی شرافت کو تسلیم کرتے ہوں اور اسکی فرمانبرداری سے عار نہ کرتے ہوں اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ وہ سیاست مدنیہ میں حق کا اتباع کرے گا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن پر عقل دلالت کرتی ہے اور باوجود ملکوں کے اور دینوں کے اختلاف کے تمام بنی آدم کا خلیفہ کے اندر ان تمام باتوں کی شرط ہونے کا اتفاق ہے اس لیے کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ خلیفہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان امور کے تمام نہیں ہو سکتی اور ان امور میں سے کبھی کوئی امر رہ گیا ہے تو انہوں نے اس کو نامناسب خیال کیا ہے اور اس کا خلیفہ ہونا ان کے دلوں کو ناگوار گزرا ہے اور غصہ کی حالت میں بظاہر سکوت کیا ہے چنانچہ جب اہل فارس نے ایک عورت کو اپنا بادشاہ بنایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس قوم نے عورت کو اپنے اوپر حاکم بنایا وہ ہرگز فلاح نہ ہو گی"۔ اور ملت مصطفویہ نے نبی کے خلیفہ ہونے میں ان امور کے علاوہ اور باتیں بھی معتبر (رکھی) ہیں۔ از آں جملہ اسلام اور علم اور عدالت ہے"۔

(حجۃ اللہ البالغہ مترجم ص ۴۲۵ ج ۲)

حضرت شاہ صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ پوری دنیا کے اہل عقل، کیا مومن اور کیا کافر، ہر زمانے میں اس پر متفق رہے ہیں کہ عورت، کار مملکت کی انجام دہی کے لیے موزوں نہیں۔ اس کے باوجود اگر تاریخ عالم میں چند ایسی خواتین کے نام آتے ہیں جنہوں نے زمام حکومت ہاتھ میں لی تو اول تو یہ شاذ و نادر مثالیں ہیں، بالکل اسی طرح جسطرح بعض اوقات انسانوں کے گھر میں بعض عجیب الخلقت بچے جنم لیتے ہیں۔ ایسی شاذ مثالیں کبھی سند کا درجہ نہیں رکھا کرتیں، نہ عقلاً و شرعاً ان سے کوئی حکم ثابت ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں جسطرح صحت مند بدن پر پھوڑے پھنسیوں کا نکل آنا بھی ایک معمول ہے مگر اہل عقل اس کو لائق رشک نہیں سمجھتے بلکہ اسے فساد خون کی علامت سمجھ کر اس کے علاج کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح کسی معاشرہ میں عورت کا حکمران بن جانا بھی لائق رشک یا لائق تقلید نہیں بلکہ اہل عقل اس کو فساد معاشرہ کی علامت سمجھتے ہیں اور یہ کہ اگر اس فساد کی طرف توجہ نہ کی گئی تو اس کا انجام وہی ہو سکتا ہے جس کو حکیم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے "بطن الارض خیر لکم من ظہرھا" (تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے) میں بیان فرمایا ہے۔

(بشکریہ: مکتبہ بینات)

انا للہ وانا الیہ راجعون

صوبیدار عبدالغفور عابد (دارالعرفان) کی صاحبزادی ۸ اگست کو وفات پا گئی ہیں۔ ادارہ المرشد ان کے دکھ میں برابر کا شریک ہے اور ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ابھرتے ڈوبتے سورج

تیسری قسط

حضرت مولانا محمد اکرم

۲۶ مئی :-

کل شام ہم ہیلی فیکس چلے گئے بس یوں جانئے کہ بریڈفورڈ کا بڑا شہر ہے ایک وادی عبور کریں تو آگے شروع ہو جاتا ہے بہت گہری وادی ہے ۔ کافی اترائی اترنا پڑتا ہے ۔ تو آگے خوبصورت پل آتا ہے جو شہر میں داخل کر دیتا ہے میں سمجھا نیچے کوئی دریا ہے کہ یہ بھی برطانیہ کا کمال ہے ۔ جسے ہم ندی کہتے ہیں اس پر یہاں دریا کا نام لکھا ہوتا ہے اور یہ تو کافی لمبا پل بھی تھا اور نیچے گہرائی بہت تھی کچھ شام کا ملگجا سا تھا ۔ اور دن بھر کی بارش کے باعث بہت خنکی تھی ، ہم نے گرم جیکٹ اور شلوار تلے گرم پاجامہ پہن رکھا تھا مگر ہمت کر کے باہر جھانک لیا تو ہم سڑک کی تیسری منزل سے گذر رہے تھے یعنی نیچے شہر کی سڑکیں تھیں اور اوپر تلے دو تھیں خوبصورت سڑکوں روشنیوں کے سیلاب ہیں ۔ یوں بلٹنا اپنا ایک الگ احساس رکھتا ہے اور اپنی علیحدہ بہار دکھا رہا تھا مگر افسوس کہ انسان اس پر لطف موسم کو اندر بیٹھ کر ہی دیکھ سکتے ہیں باہر نکل کر لطف اندوز نہیں ہو سکتے کہ جان کو خطرہ ہوتا ہے بہرحال ہم ایک دوست کے گھر پہنچے بہت شاندار گھر تھا اور بہت بڑا خوبصورت سجا ہوا دراصل یہ شہر لندن کے بعد برطانیہ کے خوبصورت ترین شہروں میں دوسرے نمبر پر ہے اور ہمارے یہ دوست یہاں لوکل کونسل میں اہم عہدے پر فائز ہیں جو ایشیائی لوگوں کو بہت کم نصیب ہوتا ہے یہ اگرچہ پاکستان سے M.A کر کے آئے تھے مگر یہاں آ کر پھر اس ملک کی یونیورسٹی سے کیا اور اب عرصہ سے یہاں کام کرتے ہیں ان کا بڑے سے چھوٹا لڑکا بھی ذکر کرتا ہے وہ بھی موجود تھا شہر کی خوبصورتی سے زیادہ مجھے یہ بات خوبصورت لگی کہ اپنا ایک آدمی تو ثابت کر سکا کہ ہماری صلاحیتیں کسی سے کم نہیں مغرب قریب تھی لہٰذا مسجد کو سدھارے واقعی خوبصورت مسجد تھی گنبد نما چھت اور چپٹا سا گنبد تھا یعنی باہر کی دیواروں سے شروع ہو کر آہستہ آہستہ بلند ہوتا جا رہا تھا اور چار کونوں کی جگہ گولائی آتی جا رہی تھی عین مرکز میں خوبصورت گول ابھار کے اوپر چمکدار ہلال لگا ہوا تھا سامنے ایک مینارہ جس کی بلندی پہ ہلکا سا گنبد اور اوپر ہلال تھا مسجد کے گنبد نما چھت پہ سبز رنگ بہت پیارا لگ رہا

تھا پتہ چلا کہ اس مسجد میں ظہر کی اذان بلند آواز سے کہنے کی اجازت ہے ورنہ یہاں اذان ہو یا خطبہ درس ہو یا تقریر سب کچھ مسجد کے اندر ہی ہو سکتا ہے اور وہ دوست بتا رہے تھے کہ یہاں گرد ا گرد مسلمانوں ہی کے مکان ہیں ساتھ ایک سمت نئے مکان بن رہے تھے جو لوکل کونسل ہی بنوا رہی تھی اور وہ بتا رہے تھے کہ کوشش کر رہا ہوں کہ یہ سب بھی مسلمانوں کو دیئے جائیں اور پھر ہم اجازت لیں گے کہ یہاں کسی کے آرام میں خلل واقع نہیں ہوتا لہٰذا پانچ وقت اذان کی اجازت دی جائے۔ لوکل کونسل یہاں پر شہر یا حلقے کی مقامی حکومت ہے جو ایک بہت با اختیار ادارہ ہے ٹیکس بھی لیتی ہے اور حکومت سے گرانٹ بھی اور آبادی کی بہبود اس کی ذمہ داری ہے اگر پارلیمنٹ قانون بنائے اور لوکل کونسل قبول نہ کرے تو بے اثر رہتا ہے بعض اوقات کونسل عدالت میں لے جاتی ہے جو عموماً کونسل کی بات مان کر قانون کا لعدم قرار دے دیتی ہے کہ ان لوگوں کو براہ راست متاثر ہونا ہے لہٰذا ان کا حق ہے کہ اپنی بہتری کے لئے سوچ کر قدم اٹھائیں اور یہ کونسلیں بہت بہترین انتظام کرتی ہیں اپنے یہاں کی یونین کونسلیں انہی کی نقل ہیں. مگر صرف چلے ہوئے کارتوس اور حکومت کی خوشامد کے ساتھ عوام کے لئے نئی نئی مصیبتیں ایجاد کرتی رہتی ہیں. یہاں اصلی والی ہیں اور بہت مؤثر بھی مفید بھی یہاں مغرب کی ایک اور ادا بہت نرالی ہے شہر محلے مکان یا گھر سے کوئی محبت نہیں کرتا جیسے والدین کی محبت نہیں اولاد سے پیار نہیں بہن بھائی کا رشتہ نہیں تو دیواروں سے الفت کیا معنی رکھتی ہے لہٰذا یہاں لوگ بڑے آرام سے مکان بیچ کر دوسرا خرید لیتے ہیں اور ملازمت یا روزگار کے لئے محلے کیا شہر بدل لیتے ہیں نیز حالات کے ساتھ ساتھ بھی ان کو بدلتے رہتے ہیں بیٹھ گیا تو چھوٹا بیچ کر بڑا گھر خرید لیا اور کم پڑ گیا تو بڑا گھر بیچ کھایا کسی چھوٹے اور سستے گھر میں چلے گئے عمارتوں کی دیکھ بھال بہت ہوتی ہے صدی سوا صدی پرانے مکان عام ہیں۔ جس مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں یہ ۱۹۰۸ کا بنا ہوا ہے کل ایک مکان پر ۱۷۹۴ لکھا پڑھا جس کا بڑا دروازہ بڑے

بڑے پتھر تراش کر مغل طرز تعمیر پر بنا ہوا تھا شاید صاحب بہادر ہندوستان سے کاریگر پکڑ لائے ہوں اور مزے کی بات یہ ہے کہ سب مکان زمانے کا ساتھ دیتے ہیں اس لئے کہ باہر کی چار دیواری اور چھت کے علاوہ سب کچھ اندر اندر تبدیل ہوتا رہتا ہے اور کمروں کی تقسیم عارضی دیواروں سے ہوتی ہے جن پر خوبصورت کاغذ چڑھا دیتے ہیں آپ وقت کی ضرورت اور رواج کے مطابق کمروں کا سائز تعداد اور اندر کی منازل بدل سکتے ہیں لہٰذا یہ گھر کبھی پرانے نہیں ہوتے اگرچہ باہر کی دیواریں اپنے گذرے ہوئے سالوں کی غمازی کرتی ہیں بہرحال چلئے مسجد کے اندر چلتے ہیں واقعی اندر سے تو اور زیادہ حسین ہے بریلوی مکتب فکر کے احباب ہیں لہٰذا رنگ برنگے چارٹ اور خوبصورت سلوگن لکھے ہوئے ہیں مغرب ادا کی ایک نوجوان مولانا صاحب نے پڑھائی اور پھر آدھ گھنٹہ فقیر کا خطاب تھا. آیۂ کریمہ تلاوت کی جس کا مفہوم ہے "اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا کہ اسے تمام ادیان عالم پر غلبہ حاصل ہو اور اس بات پر اللہ ہی کافی گواہ ہے" عرض کیا کہ معرفت الٰہی انسان کی تخلیق کا مقصد ہے اور اس کا دروازہ معرفتِ نبوت ہے۔ ذاتِ باری ہو یا صفات باری اللہ کا کلام ہو یا اس کی پسند و ناپسند سب کا پتہ صرف اور صرف نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ملتا ہے علاوہ اس کے کوئی دروازہ ہی نہیں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے حبیبؐ کو ہدایت یعنی ہر کام کے کرنے کا صحیح طریقہ عطا فرمایا ہے حتیٰ کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ہو اس کا جو سلیقہ وہ بتاتے ہیں وہی درست اور حرفِ آخر ہے اور یہ بات سورج کی طرح واضح اور روشن ہے کہ دنیا کا کوئی شخص ہو کسی ملک میں بستا ہو کوئی زبان بولتا ہو کسی استعداد کا انسان ہو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ادا ارشاد فرما دی ہے اسے اختیار بھی کر سکتا ہے اور اس پر کوئی اضافہ بھی نہیں کر سکا بلکہ آپؐ کے ارشاد کے خلاف اٹھنے والا ہر قدم بجلئے خود غلط پڑتا ہے اور زندگی کو دشوار تر بناتا چلا جاتا ہے اور

معرفتِ الٰہی انسان کی تخلیق کا مقصد ہے اور اس کا دروازہ معرفتِ نبوت ہے۔

مگر اب ہمارا مسئلہ ذرا مختلف ہے اور وہ یہ کہ ہم اس نعمت سے محرومی کے خطرے سے دوچار ہیں خصوصاً آنے والی نسل کو ہم منتقل کرتے نظر نہیں آتے نہ صرف یہاں بلکہ ملک میں بھی ایک تجربہ بتاتا ہے کہ اب آنے والے بچے ہم سے کچھ حاصل کرنے کی بجائے خود ہمیں بھی سادہ لوح اور دنیا کی نعمتوں سے محروم تصور کرتے ہیں اور کچھ سیکھنے کی بجائے خود مشورہ دیتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

لطف یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کے مطابق کام انجام دینا ہی دین برحق بھی ہے یعنی کرم کی انتہا یہ ہے کہ عبادات تو ایک طرف دنیا کے سارے کام بھی اطاعتِ الٰہی کا درجہ پا لیتے ہیں اور آپؐ کو یہ نعمت اسی لئے عطا ہوئی ہے کہ مختلف ادیانِ باطلہ میں جکڑی ہوئی انسانیت کو اس میں سکون ملے وہ اسے اپناتی چلی جائے اور دو عالم کا سکون اور اطمینان حاصل کرے تاریخ انسانی اس پر گواہ ہے کہ آپؐ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو دنیا کا کوئی فرد اللہ کے نام سے آشنا نہ تھا بلکہ اپنی طرف سے انداز مقرر کر رکھے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ نور نبوت دلوں کو منور کرنے لگا تو ایک ایک کر کے آنے والے انسان آخر کار روئے زمین پر چھا گئے اور واقعی آپؐ کے ارشاد کردہ طرزِ حیات نے روئے زمین پر مروجہ ادیان پر غلبہ حاصل کر لیا یہ سب ایک تاریخی حقیقت ہے۔

مگر اب ہمارا مسئلہ ذرا مختلف ہے اور وہ یہ کہ ہم اس نعمت سے محرومی کے خطرے سے دوچار ہیں خصوصاً آنے والی نسل کو ہم منتقل کرتے نظر نہیں آتے نہ صرف یہاں بلکہ ملک میں بھی ایک تجربہ بتاتا ہے کہ اب آنے والے بچے ہم سے کچھ حاصل کرنے کی بجائے خود ہمیں بھی سادہ لوح اور دنیا کی نعمتوں سے محروم تصور کرتے ہیں اور کچھ سیکھنے کی بجائے خود مشورہ دیتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔

یہ سوال سعودی فرمانروا شاہ فہد نے مولانا ابوالحسن علی ندوی سے گذشتہ سال کیا تھا "کہ ہمارے ملک میں حرمین شریفین بھی ہیں ماحول بھی دینی ہے اور قانون بھی اسلامی مگر ہماری اولاد دین اسلام سے دور ہوتی جا رہی ہیں۔ جبکہ آپ لوگوں کو ایسی کوئی نعمت میسر نہیں پھر بھی اولاد دیندار بن رہی ہے" تو انہوں نے فرمایا دین کا اصل سرچشمہ وہ قلبی حال ہے جو اہل اللہ کی مجالس سے نصیب ہوتا ہے جس کا اہتمام ہمارے ہاں ہے اور آپ نے اپنی مملکت میں اس پہ پابندی عائد کر رکھی ہے واقعی یہ بہت درست جواب تھا کہ دین محض الفاظ کا نام نہیں اس میں کیفیات بھی ہیں جو قلوب کو قلوب سے منعکس ہو کر نصیب ہوتی ہیں تب راہ حق کی افادیت کھلتی ہے۔ اور انسان اسے بے تابانہ اپنا لیتا ہے بلکہ طریق سنت کے بغیر کسی کام میں لطف تو کیا آئے گا۔ بہت تلخی محسوس ہوتی ہے اور جن باتوں کو بجا کر پیش کر کے شیطان دھوکا دیتا ہے ان کی اہلیت واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے لہٰذا انسان کا کردار اتباع سنت کے سانچے میں ڈھلتا چلا جاتا ہے ہم نے اس پہلو پر اپنے آپ کو دھوکا دے رکھا ہے اور محض الفاظ سے دل بہلانے کو اپنا شعار بنا لیا ہے خانہ پُری کر لی ہے اور فارغ ہو بیٹھے ہیں یاد رکھیں۔

اللہ کے ایسے بندوں کی تلاش جن کی مجلس میں دل کو روشنی نصیب ہو قلب میں زندگی آئے اور اسے شعور عطا کرے ہماری ضرورت ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر راہ رو کے ساتھ چلنا شروع نہ کر دیں بلکہ نہایت غور و خوض سے اور پوری ذمہ داری سے ایسے لوگوں کو تلاش کریں جو خود نہ صرف جادۂ حق پہ گامزن ہوں بلکہ ان کی صحبت جادۂ حق پہ چلنے کی سعادت سے بہرہ ور کر دے اور ایک لطف ایک لگن عطا کرے جسے ہم اپنی آئندہ نسلوں کو منتقل کر سکیں۔ اور پھر سے اس چمن کو رونق بہار نصیب ہو قلوب جب زندہ ہو جائیں تو وہ مقصد حیات کی نشاندہی کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں تب وہ پوری قوت سے اسے پانے کی سعی کرتے ہیں ورنہ سوئے ہوئے دل اس راہ کی لذتوں سے نا آشنا رہتے ہیں اور اگر دل مردہ ہو جائے تو ایمان تک سے محروم ہو جاتا ہے اللہ کریم اس مصیبت سے پناہ میں رکھے اور ایسے بندوں کی مجلس و صحبت نصیب کرے جو دل کو حیات اور نور عطا کر دے تاکہ ہم جادۂ حق پہ گامزن ہوں۔ اب ساری بات تو حافظے میں موجود بھی نہیں مگر غالباً میں نے خلاصہ نقل کر ہی دیا ہے۔ پھر احباب کے ساتھ کھانا کھا کر واپس چلے تو گھر پہنچے پر رات کے ۱۲ بج رہے تھے۔ لہٰذا آرام کیا۔ آج صبح

دم کچھ سطور لکھی تھیں پھر آسٹر انڈر ۔ لیئن جانا ہوا جمعہ وہاں
پڑھنا تھا کھانا بھی وہیں تھا یہ مضمون ادھورا چھوڑ کر چلا گیا۔
وہاں سے فارغ ہوئے تو مانچسٹر سے ہو کر واپس پہنچے عصر ادا کی
اور بے سدھ پڑا رہا نقاہت نے بدن کو چور کر رکھا ہے اب
اُٹھ کر یہ سطور مکمل کیں اور مغرب ہو رہی ہے اب تیاری کرتا
ہوں جمعہ کی بات انشاء اللہ صبح ۔

باقی آئندہ

ضرورت سائنس ٹیچر

کم از کم تعلیم .... B.S.C / B.ED.
ترجیح ...... ریٹائرڈ سائنس ٹیچر یا سائنس لیکچرر
تنخواہ .... معقول اور حسب قابلیت اور تجربہ
رہائش و خوراک کا انتظام
پرنسپل صقارہ اکیڈمی ۔ دارالعرفان منارہ ۔ ضلع چکوال

ضرورت پی ۔ ٹی ۔ آئی

پی ٹی آئی ریٹائرڈ یا ریٹائرڈ فوجی جو پی ایم اے سے
ڈرل / پی ٹی کوالیفائڈ ہو۔
رہائش و خوراک کا انتظام۔
پرنسپل صقارہ اکیڈمی ۔ دارالعرفان منارہ ، ضلع چکوال۔

پروگرام ۱۹۸۹ء (نومبر دسمبر)

نومبر ۸۹ء

اتوار ۔ ۱۲، روانگی از منارہ برائے سیالکوٹ	قیام ایک رات	حاجی حبیب الرحمٰن صاحب
۱۳ " برائے گوجرانوالہ	" دو رات	زیر اہتمام ڈاکٹر بشر صاحب
۱۵ " " لاہور	" ۳ رات	" ناظم اعلیٰ
ہفتہ ۱۸، " برائے بہاولپور	" ۱ رات	" میجر مقبول احمد شاہ صاحب
۲۰ " ڈیرہ غازی خاں	" ۲ رات	
۲۲ " عبدالحکیم	" ۱ رات	دن کا کھانا ملتان حاجی یکبوہ صاحب کے ہاں ذمہ داری عبدالجبار / اظہر خورشید
۲۳ ، برائے منارہ بعد از نماز فجر		

دسمبر ۸۹ء

ہفتہ ۔ ۲ روانگی برائے کراچی	از اسلام آباد	قیام ۶ رات	زیر اہتمام کرنل محبوب خاں صاحب
جمعرات ۔ ۷ " " ڈھاکہ	"	" ۵ رات	" مزمل حق صاحب
منگل ۔ ۱۲ " " کراچی	"	" ۱ رات	
بدھ ۔ ۱۳ " " اسلام آباد	مراجعت منارہ		

نوٹ: ۔ عمرہ ۱۹۹۰ء کے لیے روانگی انشاء اللہ اسلام آباد سے ۲ جنوری ۱۹۹۰ء ہوگی۔ جو احباب اس سفر میں حضرت دامت برکاتہم کی معیت کے خواہاں ہوں وہ اپنے نام بمعہ پاسپورٹ ، شناختی کارڈ ، ۳ عدد فوٹو ۱۵-۱۱-۸۹ آخری تاریخ تک بھجوادیں۔ ریال کی اگر ضرورت ہو تو ۲۰ ہزار کا ڈرافٹ ورنہ ۱۵۰۰۰/- کا ڈرافٹ ہمراہ بھجوادیں۔

مطلوب حسن
اویسیہ سوسائٹی ۔ PO-BOX ماڈل ٹاؤن لاہور

شیخ المکرم

کا خطاب

مجلسِ منتظمہ اور صاحبِ مجاز حضرات سے

صوفیاء نے ہمیشہ منتخب افراد کو ذکر قلبی سکھایا ہے ہزاروں، لاکھوں افراد آتے تھے۔ انہیں وہ تسبیحات، تلاوت، نماز روزہ کا حکم دے کر نیکی پر کاربند رہنے کی یا مسنون ارشادات ظاہری اصلاح کیلئے ہوتے ہیں وہ باتیں انہیں بتاکر ان کے لیے دعا کر کے انہیں کوئی تسبیحات مسنونہ متقدمین صوفیا سے لیکر بتاتے۔ آج تک تصوف میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام صوفیاء کا سرخیل اور ان کا پیشوا اور سب سے بلند مقام پر تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کے تربیت یافتہ افراد انگلیوں پہ گنے جا سکتے ہیں جنہیں آپ نے ذکر قلبی تعلیم فرمایا یا جنہیں آپ نے ذکر کے طریقے تعلیم فرمائے۔ اگرچہ آپ کے متبعین یا مریدوں یا متوسلین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے تب سے لیکر اب تک آپ اپنے ملک میں دیکھ لیں معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں کم و بیش سوا لاکھ آدمی تھے۔ جو سارے ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اور وہ ریاست کفر کا گڑھ تھا۔ جہاں جاکر انہوں نے ڈیرہ لگایا اور عجیب بات ہے کہ جب وہ وہاں پہنچے تو ان کی عمر نوے سال بتاتے ہیں۔ اور وہ تیس سال وہاں رہے ایک سو بیس سال عمر پاکر ان کا وصال ہوا۔ نوے سال کا آدمی تو کھانا مانگنے اور پانی مانگنے سے معذور ہوتا ہے۔ اٹھنے بیٹھنے، وضو کرنے چلنے پھرنے سے معذور ہوتا ہے۔ لیکن اس بزرگ نے اتنی محنت کی کہ جہاں کوئی اسلام کو جانتا نہیں تھا اللہ کا نام لینے والا ایک متنفس نہیں تھا وہاں کا سوا لاکھ آدمی کم و بیش ان کے جنازے میں شریک تھا جو ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ ریاست ہی مسلمان بن گئی، آج تک وہ اجمیر شریف آرہی ہے لیکن اس سوا لاکھ میں کتنے لوگ تھے جنہیں انہوں نے لطائف سکھائے، جنہیں مراقبات سکھائے آپ تلاش کریں آپ کو نہیں ملیں گے۔

اسی طرح آپ دیکھیں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی تبلیغ ان کے سفر ان کا آنا جانا ان کا سارا کچھ یہاں کفر کے ایک بہت بڑے مرکز میں کافروں کے مقابلے میں دین کی اشاعت کیلئے کوششیں محنت مجاہدہ سب ٹھیک ہے لیکن گنج بخش کا خطاب انہیں معین الدین اجمیری ہی نے دیا۔ توجہ تو اسی کو نصیب ہوتی جو پہلے صوفی تھا یعنی آپ ان کی پوری سوانح میں سے تو نکال کر دیکھیں کہ انہوں نے کتنے لوگوں کو تصوف سکھایا یہ آپ کو کوئی نہیں ملے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس موضوع پر نصیحتیں لکھ دیں۔

کتاب لکھدیں۔ اس کے متعلق معلومات لکھدیں تو وہ ان لوگوں کیلئے ہیں جو اس راستے پر چل رہے ہیں۔ نئے آدمی کو تو کتابوں سے تصوف نہیں ملتا۔ کیونکہ تصوف کی بنیاد توجہات قلب پر ہے تو کتنے لوگوں کو توجہ دے کر انہوں نے اس راستے پر گامزن کیا۔ کوئی نہیں ملتا۔ آپ دور کیوں جاتے ہیں یہ کل پرسوں کی بات ہے۔ باسٹھ میں وصال ہوا۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا اور اپنے زمانے کے قطب ارشاد تھے اور عرش کے منازل میں تھے۔ بہت بڑے ولی اللہ تھے بہت بڑے فاضل تھے، بہت بڑے عالم، مفسر تھے، قرآن حکیم کے محقق تھے اور بہت بڑے فقیہہ تھے۔ اپنے زمانے کے اور بہت بڑے جرأت مند شخص تھے کہ حکومت نے ان کی زبان بندی کی تھی کہ کوئی بیان نہیں کرے گا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں تو دین بیان کرتا ہوں تم زبان کاٹ سکتے ہو بند نہیں کر سکتے۔ اگر دین تمہارے خلاف ہے تو کاٹ لو زبان۔ دین سے روکی نہیں جا سکتی۔ میں اپنی غرض سے بیان نہیں کرتا۔ کوئی نہیں روک سکا تھا۔ انہیں لیکن کتنے لوگوں کو انہوں نے لطائف سکھائے یا کتنے لوگوں کو فنا فی الرسول کرایا حالانکہ انہیں خود ہوتا تھا۔ آپ کرا سکتے تھے۔ مگر یہ اتنا بھاری پتھر ہے کہ سب نے اسے چوم کر چھوڑ دیا اور اتنا مشکل کام ہے اتنا مشکل کام ہے کہ زندگی میں مجھے کبھی کسی مشکل سے اس قدر سابقہ نہیں پڑا۔ جتنا دوسروں کو تصوف تعلیم کرنا اور انہیں عملی طور پہ تفویض کرنا اور ان کے لطائف میں انوارات منتقل کرنا اور پھر وہاں ان کے لیے ایسا ماحول پیدا کرنا کہ وہ وہاں رہ جائیں۔ دوسرے کے گھر میں جھاڑو دینا یہ اتنا مشکل کام ہے جس گھر کی دیواریں آپ کی اپنی نہیں ہیں جس گھر میں آپ کی پسند نہیں ہے جس گھر کی چیزیں آپ نے خریدی نہیں ہیں جس میں چیزیں اٹھا کر باہر پھینکنا آپ کا کام نہیں ہے۔ جس میں رہنا آپ کا مقصد نہیں ہے جو آپ کی کبھی ملکیت نہیں بن سکتا۔ اسے ایک خاص درجے پہ مین ٹین کرنا یہ اتنا مشکل کام اتنا مشکل کام ہے کہ گھر والا غیر شعوری طور پر ریزسٹ کرتا ہے وہ نہیں سمجھتا۔ لیکن وہ اپنا دخل کرتا ہے۔

یہ صرف چل کر آجانا یا آپ لوگ سمجھتے ہیں تا کہ ہم چل کر دار العرفان آگئے تو ہم میں طلب ہے یہ چل کر ان سب کے پاس لوگ جاتے ہیں کس کے پاس نہیں جاتے تھے۔ تو یہ کیوں نہیں سکھاتے تھے چل کر آجانا اور بات ہے اور طلب کا ہونا کچھ اور بات ہے۔ طلب کے لیے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ ایک جملہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اکثر ساتھیوں کو یاد ہو گا کہ صوفی کی تربیت تب ہو سکتی ہے جب وہ شیخ کے ساتھ اس طرح ہو جس طرح مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ جملہ دہرایا کرتے تھے اور اس طرح سے ہونا بڑا ہی دشوار کام ہے۔ چل کر آجانا دو راتیں رہ جانا، ہفتہ رہ جانا یا مہینہ رہ جانا یہ بڑی بات نہیں ہے لیکن اپنی پسند کو چھوڑنا اور بات ہے۔

اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ہیں ایفیکٹ کرتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں آپ دیکھیں ایک مہینہ رات دن میں ڈر تا رہا پانی کیلئے کہ پانی کم ہے آپ ہی لوگ تھے تا تو جب تک آپ یہاں وضو کرتے رہے تو پورا ٹینک خرچ ہو جاتا تھا۔ اور آپ کو دھوپ میں لائن بنا کر اس ٹینکی پر وضو کرنا پڑا تو اپنی جان بچانے کے لیے وہ ٹینکی جو اسی ٹینک کا چوتھائی ہے اس کے آدھے سے آپ سب نے وضو کر لیا حالانکہ کل تعداد زیادہ تھی، وہ ٹینک آدھا خرچ ہوا اس لیے کہ سب کو لائن میں کھڑا ہونا پڑا ایک لوٹا لیا سب نے کہا کہ اسی سے استنجا بھی کر و اسی سے وضو بھی کر و۔ پھر لائن میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ تکلیف ہو گی۔ اس سے پہلے روزانہ چار گنا پانی خرچ کر دیتے تھے۔ کسی نے یہ نہیں سوچا کہ رات بارہ بارہ بجے تک مجھے واٹر سپلائی پر جانا پڑا۔ اور میں کہتا رہا کہ یار ضائع کیوں کرتے ہو مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے نہیں ملتا۔ لیکن یہ تو احساس کی بات ہے نا کہ جب خود دھوپ میں کھڑا ہونا پڑا تو اس احساس میں اور میرے لیے آپ کے احساس میں کتنا فرق ہے۔ آپ خود اندازہ کریں کہ دونوں میں کتنا فرق ہے صرف آنے جانے کو چھوڑیں یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں کاؤنٹ ہوتی ہیں اس میں آپ یہ نہ سمجھیں کہ کوئی بہت بڑی قربانی شمار ہوتی ہے۔ اس میں کسی نے دس ہزار روپے دیدیے تو اسے بہت سا تصوف مل جائے گا اس طرح نہیں ملتا۔

یہ کیفیات قلب اس میں کاؤنٹ ہوتی ہیں تو یہ چھوٹی چھوٹی جو باتیں ہیں یہ اپنا ایک اثر رکھتی ہیں اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور اتنے برس لگانے کے بعد اب مجھے یہ سمجھ آئی ہے کہ صوفی ہر آدمی کو کیوں نہیں سکھاتے تھے اب میں کسی حد تک اس بات کو سمجھنے لگا ہوں کہ یہ لوگ اس بات سے کیوں بھاگتے تھے جبکہ

یہ دین کی اصل ہے۔ اور ہر آدمی کو اسے سیکھنا چاہیئے۔ پھر یہ کیوں نہیں سیکھاتے۔ اب کسی حد تک مجھے اس کی سمجھ آنا شروع ہوئی ہے کہ لوگ اس قدر اپنا آپ پیر وہی نہیں کرتے کہ یہ بات ان میں ایجکیٹ کی جائے۔

تو ہم نے یہ بالکل عجیب بات شروع کی پوری تاریخ تصوف میں کہ جو بھی آئے خواہ وہ مرد ہو خواہ وہ خاتون ہو اسے اللہ اللہ سکھاؤ۔ اسی کے لطائف روشن کرو۔ اس کے ساتھ محبت کرو۔ اسے توجہ دو اور اسے اس راستے پہ لگاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے یہ کوئی نیا کام نہیں کیا ہم نے جو کیا ہے ہونا ایسا ہی چاہیئے تھا۔ کرنا سب کو چاہیئے تھا۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہی تھا۔ آپ کی بارگاہ میں جو پہنچا وہ کم از کم صحابی بن گیا خواہ وہ مرد تھا خواہ وہ خاتون تھی خواہ وہ بچہ تھا خواہ وہ بوڑھا تھا صحابی کے رتبہ عظیم پہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ شفقت نے اسے سرفراز کر دیا۔

اگر کوئی شیخ طریقت ہے تو اسے سزاوار یہی ہے اس کے پاس جو بیٹھے خواہ اسے لطیفہ قلب ہی حاصل ہو جائے لیکن اس کا دل منور ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں ہو گا کہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ سنت صوفیاء سے چھوٹ جائے گی۔ یہ سنت جو ہے نایہ رہ جائیگی اور اس رہ جانے کا نقصان بھی اٹھایا لوگوں نے اس رہ جانے کا نقصان یہ ہوا کہ کسی نے مراقبات ثلاثہ پر سلوک کی انتہا سمجھ لی کسی نے زیادہ تیر مارا تو اس نے فنا بقا پر سمجھا کہ اب سلوک تمام ہو گیا۔ اور صرف چند لوگ ایسے ملے جو سالک المجذوبی کی کسی منزل میں جھانک سکے۔ اور جنہیں عرش تک بعض عرشوں میں پہلے دوسرے چوتھے ساتویں چھٹے نویں تک گنتی کے افراد اس پورے برصغیر میں ملتے ہیں۔ اور ہم نے کئی دفعہ کوشش کی بالائے عرش پانچ یا چھ آدمی اس برصغیر کے اس سرے سے لیکر سمندر کے کنارے تک اس پورے تختہ زمین پہ چھ سات سے زیادہ آدمی نظر نہیں آتے چودہ سو سال بیت گئے۔ اس کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ ایک بڑی سنت جو تھی وہی ان کے لیے ان کے آگے کا زینہ تھی۔ جو چھوٹ گیا اور وہیں انہوں نے اس کی انتہا سمجھ لی۔

ہم نے کام نیا تو نہیں کیا کیا تو وہ ہے جو ہونا چاہیئے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ ہم نے بہت بڑی مشکل میں ہاتھ ڈالا ہے۔ بہت بڑی مشکل میں۔ اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے میں نے جب یہ حدیث پڑھی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کریم نے آسمان پر اٹھا لیا ہے اور پھر زمین پر نزول فرمائیں گے اور پھر وہ حکومت کریں گے۔ اور یہ ہو گا وہ ہو گا۔ تو میرے دماغ میں یہ بات نہیں بیٹھتی تھی۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ رب جلیل اگر نبی ہی بھیجنا چاہتے ہیں تو نیا بھیج سکتے ہیں اور نہیں بھیجنا چاہتے تو انہیں آسمان پر بٹھا رکھنے کی کیا ضرورت ہے یہ ایسا سوال تھا جو میں ڈرتے ہوئے کسی استاد سے کسی عالم سے پوچھتا نہیں تھا ڈرتا تھا میں کہ استاد جھڑکیں گے۔ جواب بھی نہیں دیں گے۔ جھڑکیں گے الگ۔ کیا بکواس کرتا ہے پھر الٹی سی بات ہے۔ وہ کہیں گے کوئی اعتراض سوجھا ہے اور کرتے تھے۔ استاد ایسے دوسروں کو جھڑکیں پڑتی تھیں۔ خاموش ہو جاتے تھے۔

جب حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اللہ اللہ سیکھنی شروع کی تو اس بات کی سمجھ بھی آئی کہ بھئی نئی نبوت تو ملنے سے رہی کہ خاتم نبوت تشریف لا چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہو گا۔ لیکن یاد رکھیں کہ انسانی ادوار اور مزاج بدلتے رہتے ہیں۔ انبیاء جب مبعوث ہوتے ہیں اس وقت دلوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ بغیر نبی کے کسی کی نصیحت لوگ سننے سے محروم ہو چکے ہوتے ہیں۔ دل اس قدر اندھے، اس قدر بہرے، اس قدر سخت ہو چکے ہوتے ہیں سعادت قلبی اس درجے پہ چلی جاتی ہے کہ نصیحت کرنے والوں کی نصیحت اثر نہیں کرتی۔ تب جا کر انبیاء مبعوث ہوتے ہیں۔ اور نئے سرے سے قلوب کو سیراب کرتے ہیں۔ اور پھر وہ نصیحت سننے کے قابل ہوتے ہیں کچھ بدبخت ایسے بھی ہوتے ہیں جو انکے فیضان سے بھی محروم رہتے ہیں۔ لیکن احیائے دین پھر شروع ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نے نبوت تو مکمل کر دی تمام نبی کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ لیکن لوگوں کا مزاج بدلتے بدلتے اس درجے پر پہنچ جاتے گا جہاں نبی کی بات سنیں گے۔ اس سے کم درجے کی بات ان پر اثر ہی نہیں کرے گی۔ اللہ ایسا کریم ہے کہ اس نے لوگوں کو محروم نہیں رکھا اس نے اگلے نبیوں میں سے ایک نبی کو باقی رکھ لیا کہ نیا تو پیدا نہیں کرنا لیکن اس دین اسی سلسلے اسی شریعت کے لیے میں اپنے اس نبی کو دوبارہ بھیج دونگا

تاکہ یہی بات دوبارہ نبی کی زبان سے ادا ہو اس کے ساتھ نبی کے قلب کے انوارات کا پرتو ہو اس کے ساتھ نور نبوت کی قوت ہو تاکہ کچھ خوش نصیبوں کے دل جو ہیں ان کی اصلاح تو ہو سکے۔ اس سے میں یہ بھی سمجھ سکا ہوں کہ آج جس دور میں ہم ہیں اگر نبی کی نہیں تو کم از کم کسی بہت بڑے پائے کے صوفی کی ضرورت ضرور ہے کہ جو اگلے کے دل منور کر سکے اس کی بات بھی لوگ پوری نہیں سنتے مولوی کی بات کیا سنیں گے۔ عالم کیا بات کم کرتے ہیں مولوی کیا وعظ تھوڑا کر رہے ہیں۔ علماء نے کیا تبلیغ میں کسر رکھی ہوئی ہے یا ادیب کیا لکھنے میں کمی کر رہے ہیں۔ یا کس کس پہلو میں کمی ہے آپ اندازہ کریں آج کل جو وسائل تبلیغ کے یا بیان کے ذرائع یا جیسا آجکل چیزیں ہیں وہ تو پہلے تھی ہی نہیں جتنی تبلیغ آج کل ہوتی ہے اتنی پہلے ممکن ہی نہیں تھی۔ لیکن اسے کوئی گھاس ہی نہیں ڈالتا۔ اس کان سے سن کر لوگ اس کان سے اڑا دیتے ہیں۔ کوئی پوچھتا ہی نہیں سوائے اس کے کوئی ذریعہ ہی نہیں رہ گیا کہ آپ کسی کے دل میں اللہ کا نور انڈیلیں اس میں کچھ نرمی پیدا ہو اور وہ اسلام کے لیے کسی حد تک کوشش کرے اور یہ ساری محنت کرنے کے بعد لوگ پوری طرح آمادہ نہیں ہوتے جنہیں یہ بھی نصیب نہیں وہ کیسے آمادہ ہونگے

اس لیے ہم نے نہ یہ عجیب کام کیا ہے نہ نیا کام بھی عین سنت کے مطابق ہے۔ اور کیا اس لیے ہے کہ اللہ کی توفیق سے کیا گیا ہے۔ اور اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ اس وقت کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ہر ایک کسی نہ کسی درجے پر جا کر بک جاتا ہے۔ خواہ وہ منبر پہ بیٹھتا ہے خواہ وہ مسجد میں ہے۔ خواہ وہ سٹیج پر ہے۔ کسی نہ کسی درجے پر جا کر کوئی نہ کوئی سیاسی طبقہ اسے خرید لیتا ہے اور دین رہ جاتا ہے آلہ مقصد سیاست یا مقصد حصول دنیا بن جاتا ہے اب صرف یہ ایک یہ طریقہ رہ گیا ہے کہ لوگوں کے دلوں کو منور کیا جائے اور پھر انہیں واپس میدان عمل میں بھیجا جائے یہ ان کا درد سر ہے سیاست کرتے ہیں کریں، تجارت کرتے ہیں کریں وہ زراعت کرتے ہیں کریں وہ کاروبار کرتے ہیں کریں۔ جو بھی کرتے ہیں بحیثیت ایک صالح مسلمان کے کریں۔ یہ ان کا پرابلم ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں، کپڑا بنانے والا کپڑا بناتا ہے۔ اس کا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ کس نے اس کی شلوار بنائی اور قمیض کس نے بنائی اور اس کا دوپٹہ کس نے بنایا اس کی پگڑی کس نے باندھی یہ ان کا کام ہے جن کے پاس وہ بازار میں پہنچ گیا اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اس کا کام تو بنانا ہے

تو ہم نے جو غلامی، جو ذمہ داری قبول ہے اللہ کریم نے جو خدمت ہمارے ذمے کر دی ہے اس لحاظ سے اس زمانے میں یہ بے مثل خدمت ہے اور ہمیں اس پر بجا طور پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کتنی عجیب بات ہے کہ ہم جنگلوں دیہات اجاڑ اور جسے غیر مہذب یا بیک ورڈ ایریا کہا جاتا ہے وہاں کے رہنے والے لوگ ان لوگوں کے لیے رہنمائی کے فریضے انجام دیں۔ جو اپنے آپ کو تہذیب کی دنیا کے اور جدید دنیا کے استاد اور راہنما اور لیڈر ثابت کرتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بہت بڑی بات ہے اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ دنیا کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک لوگ تجلیات باری دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں۔ اپنے دل میں لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ زیارت نبوی سے مشرف ہوتے ہیں۔ لوگ دونوں جہانوں کو نہ صرف سنتے ہیں دیکھ پاتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ صرف کشف کی بات نہیں ہے۔ یہ بہت عجیب بات ہے۔ ان کا اندازہ وہ لوگ کریں گے جو ہمیں نہیں پا سکیں گے۔ انہیں اندازہ ہو گا کہ کیسے لوگ تھے اور کاش ہمیں بھی وقت ملا ہوتا۔ یہ نعمت ہم نے بھی حاصل کی ہوتی لیکن یہ بات مت بھولیے کہ اس میں میرا کوئی کمال ہے نہیں میں بھی ایک مشت غبار ہوں یہ رب کریم کی مرضی کہ اس نے کس کس کے ذمے کیا کیا خدمت کر دی ہے یہ اس کی اپنی مرضی۔ میری بھی ذمہ داری ہے اور آپ سب کو جو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں وہ آپ کی بھی ذمہ داریاں ہیں مجھے شروع سے من مانی کرنے کی عادت نہیں ہے۔ اس معاملے میں۔ آپ مجھے اس معاملے میں سخت مزاج پاتے ہیں۔ لیکن وہ بات چونکہ میری بات نہیں ہوتی اور میں . زندگی بھر تیس پچیس سال میں حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے دوسری دفعہ بات کی وضاحت نہیں پوچھی اپنے شیخ سے۔ کبھی بھی پوری زندگی کوئی نہیں دکھا سکتا کہ کبھی حضرت نے کوئی جملہ فرمایا ہو جو میں نے سمجھا اور بعض اوقات میں نے غلط سمجھا اس میں میں نے نقصان اٹھایا بعد میں حضرت کو علم ہوا فرمایا خواہ مخواہ تو نے نقصان کر دیا یہ تو مقصد نہیں تھا جو بھی تھا حضرت میں نے یہی

سمجھا لیکن میں نے بات دہرائی نہیں اس پر عمل کر دیا بس اور جب بات کی جا سکتی تھی، جب روبرو تھے جب ایک عالم میں تھے تب بات کبھی دہرائی نہیں تھی۔ اب تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے میں جبکہ کہہ دیتا ہوں میں اپنی طرف سے پوری دیانت داری سے کوشش کرتا ہوں کہ میں اپنی بات نہ کہوں کیونکہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے میری حیثیت ایک ذرّے اور واسطے کی ہے۔ اللہ کریم کا شکر ہے میں شیخ سلسلہ ہوں، میں جو کہہ دوں حضرت کی طرف سے مجھے اجازت ہے اور جتنے یہ صاحب کشف حضرات بیٹھے ہیں بڑے حضرت جی سے پوچھ لو مشائخ سے پوچھ لو، بارگاہ نبوی میں مراقبہ کر کے دیکھ لو تم جب پوچھو گے تمہیں یہی جواب ملے گا اس سے جا کر پوچھو جس کا جی چاہے اور جب جی چاہے مراقبہ کر کے پوچھ لو تمہیں جواب ملے گا۔ نیسہ نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ تمہارا رابطہ میرے ساتھ ہے۔ لیکن جس طرح تمہیں جواب نہیں ملتا اسطرح مجھے بھی اپنی بات کرنیکی اجازت نہیں ملتی جو وہاں سے ملتی ہے وہ آپ تک پہنچاتا ہوں۔ یہ جو آپکو خلافتیں بانٹی گئی ہیں ان میں میری کوئی رشتہ داری، میری کسی کے ساتھ ذاتی دلچسپی، کوئی کسی نے مجھے چندہ نہیں دیا کوئی میرا اس میں ذاتی انٹرسٹ کوئی اسمیں دلچسپی نہیں ہے وہ جو جو لوگ کام کر رہے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پسند سے پسند فرما دیئے۔ شاید میرے منہ سے بھی نام نکل گئے ہوں لیکن بہرحال جنہیں صاحب مجاز بنا دیا گیا ان سے برکات بھی اتنی ہی مل سکتی ہیں جتنی میرے پاس بیٹھ کر مل سکتی ہیں۔ ان کا ادب و احترام اتنا ہی ہے جتنا میرا کسی کو کرنا پڑتا ہے۔

اور ان کی ذمہ داری اتنی ہی ہے جتنی میری ہے وہ یہ بھی نہ سمجھیں کہ انہیں موج ہو گئی ان کی ذمہ داری بھی اتنی ہی ہے بلکہ میں آج پوچھ رہا تھا کرنل صاحب سے کہ آپ مجھے بتائیں کہ کونسا صاحب مجاز اس سال کی محنت میں کتنے نئے آدمیوں کو ذکر سکھا سکا۔ انہوں نے جتنی رپورٹیں پیش کیں ان میں تو ایک، دو ساتھیوں کے سوا جن کی پہلے سے عادت ہے باقیوں نے جنہوں نے بہت ہمت کی انہوں نے پرانے ساتھیوں کو سنبھالے رکھا۔ یعنی پرانے ساتھیوں کو سنبھال یہ تو ویسے ذمہ داری ہے نا آپ کی۔ یہ آپ کی کوئی مہربانی تو نہیں ہے نہ آپ کی کوئی کاوشیں ہیں کوئی کارکردگی نہیں ہے آدمی اگر پانچ نمازیں پڑھ کر کہے بڑا مجاہدہ کیا یہ تو کوئی مجاہدہ نہیں ہے یہ تو کان سے پکڑ کر اللہ کریم پڑھواتے ہیں۔ پانچ تو فرض ہیں پڑھنی ہوں گی۔ مجاہدہ تو ہے۔ تو نے سو رکعت نفل پڑھی، دو سو رکعت نفل پڑھی ہزار رکعت نفل پڑھ لی آپ نے مجاہدہ کیا اور اگر پنجگانہ فرائض ہی پڑھے یہ پڑھنے تھے اگر تیس روزے کسی نے سال بھر میں رکھے وہ کہے میں نے مجاہدہ کیا۔ رمضان کے روزں سے تو بھاگ کر جاتا کہاں۔ مجاہدہ کرنا ہے تو غیر رمضان میں روزے رکھتا۔ پھر کہا جاتا کہ اس نے مجاہدہ کیا۔

اب جو لوگ اس سے آشنا نہیں ہیں جو لوگ غرق عصیاں ہیں جو لوگ یاد الہٰی سے محروم ہیں ان کا حق بنتا ہے آپ پر، میں یا آپ کسی کھیت کی مولی نہیں ہیں۔ اس کام کے لیے خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ایسے لوگوں کے دروازے پر چل کر جاتے تھے جو آپ پر پتھر پھینکتے تھے۔ بات نہیں سنتے تھے ایذا دیتے تھے تو کارکردگی تو میرے بھائی وہ شمار ہوگی۔ جب آپ نئے لوگوں کو اس سے روشناس کریں گے، اللہ نے آپ کو قوت دی ہے توفیق دی ہے آپ کر سکتے ہیں تو کریں۔ اور اللہ کے بھروسے پر کریں اور کر کے اس کا تماشا دیکھیں کہ ہوتا کیا ہے۔ کوئی آپ کے ساتھ چند لمحے بیٹھ کر دیکھے تو یہی آسے آگے اس پر رحم کرنا اس کے دل کو روشن کرنا یا اس کام کو آگے چلانا یہ اس کا کام ہے۔ اس لیے یہ مشکل ہے کہ نیا لگتا ہے یہی کام اصل ہے بہت بڑا عرصہ چھوٹ گیا تھا تو جو چیز چھوٹ جائے پھر سے شروع کی جائے تو نئی لگتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا قصور نہیں یہ ہنستا ہاری ہوتا ہے جب تک لوگوں کی زبانی بات سے اصلاح ہوتی تھی اب قلوب اس درجہ سخت ہو گئے ہیں کہ اب اس کی ضرورت ہے۔ ایک وقت آئیگا کہ یہ صوفی بھی بے اثر ہو جائیں گے۔ پھر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی باری آجائے گی۔ پھر نبی کی زبان مبارک کی ضرورت ہوگی۔ پھر بادشاہ کی بھی دال وہاں نہیں گلے گی۔ پھر کوئی ہماری بھی نہیں سنے گا۔ تو اس لحاظ سے ہم اپنی باری پر ایسے وقت پر آگئے کہ یہ سعادت ہمارے حصے میں آگئی۔

دوسری جو نئی بات لوگوں کو لگتی ہے وہ یہ ہے کہ جی یہ خواتین کو اللہ اللہ کراتے ہیں۔ شاید یہ خواتین کو انسان نہیں سمجھتے یا خواتین کو مکلف شریعت کا نہیں سمجھتے یا ان کا خیال ہے کہ خواتین کی آخرت میں کوئی جوابدہی نہیں ہوگی۔ یا انہیں اصلاح کی ضرورت نہیں ہے

یا پتہ نہیں لوگوں کا خیال کیا ہے کہ خواتین طبلے بجانا سیکھتی ہیں، ڈوموں کے پاس جا کر خواتین کے لیے ہارمونیم بجانے کے لیے استاد رکھے جاتے ہیں۔ گانا سکھانے کے لیے مرد رکھے جاتے ہیں۔ سکول میں دینوی علوم پڑھانے کے لیے کوایجوکیشن (CO-EDUCATION.) ہمارے ہاں موجود ہے۔ مر جائے خاتون تو اس کا پوسٹ مارٹم مرد ڈاکٹر سے کراتے ہیں ابھی تک ہمارے ملک میں لیڈی ڈاکٹر خاتون کا پوسٹ مارٹم بھی نہیں کرتی۔ وہاں کوئی نہیں بولتا۔ صرف خاتون اللہ اللہ کیوں کرتی ہے یہاں اعتراض ہے۔ آپکے پورے ملک میں کوئی لیڈی ڈاکٹر پوسٹ مارٹم نہیں کرتی قانونی طور پر مرد ڈاکٹر کرتا ہے کوئی خاتون قتل ہو جائے تو کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ کسی مولوی کو کوئی اعتراض نہیں۔ کسی مقتدی کو کوئی اعتراض نہیں۔ یہ جتنے علوم دنیوی سکھائے جاتے ہیں یہ سارے مرد سکھاتے ہیں۔ اور سارا دن خواتین مردوں سے زیادہ بازار میں پھرتی ہوتی ہیں۔ کلبوں میں ہوتی ہیں۔ بس میں جاؤ تو جگہ نہیں ملتی۔ پاؤں کے نیچے آ رہی ہیں۔ ٹرین میں جاؤ تو جگہ نہیں ملتی۔ ہوائی جہاز خواتین سے بھرا ہوا ہے۔ صرف مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں خواتین کے لیے سخت خطرہ ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ کا نام لیتے جائیں یہاں کسی کو نظر آ رہی ہیں۔ خواتین کہاں ٹھہری ہوئی ہیں یا کسی کے کوئی پردے کا پرابلم ہے یا یہاں کون سی کوئی خلاف شریعت چیز ہے تو اگر آپ یہاں بات سن رہے ہیں ان کا سپیکر ان کے کمرے میں لگا ہے وہ اپنے کمرے میں بیٹھی سن رہی ہیں۔ اندر تلاوت کرتی ہیں یا ذکر کرتی ہیں یا ایک، دوسرے کو سیکھتی سکھاتی ہیں چلی جاتی ہیں تو اگر وہ اللہ اللہ سیکھتی ہیں تو اسی ایک بات پہ اعتراض باقی ہے باقی جتنے کام جو ہو رہے ہیں ہمارے ملک میں وہ سارے درست ہیں۔ اور اس کا تو حکم قرآن حکیم میں موجود ہے۔

اللہ نے علیحدہ سے خواتین کا ذکر فرمایا کثرت ذکر کرنیوالے مرد کثرت ذکر کرنیوالی خواتین الگ سے فرمایا۔ حالانکہ جب اجتماعی بات ہو رہی ہے تو خواتین بھی انسانیت کا ایک حصہ ہیں۔ اسکے باوجود تاکید کے طور پر الگ سے فرمایا۔

تو اس سارے کام کے لیے ہمیں خود اپنی بیٹیوں کو اپنی بچیوں کو اپنی ماؤں بہنوں کو دین سمجھانا بھی ہوگا۔ اور سکھانا بھی ہوگا اللہ اللہ بھی سکھانی ہوگی۔ انہیں اس قابل بنانا ہوگا کہ کچھ وہ بھی خواتین میں کام کر سکیں۔ کچھ دوسری خواتین کو کچھ دوسری بچیوں کو کچھ دوسری اپنے ملنے جلنے والی خواتین کو کوئی بھی اللہ اللہ سیکھ سکے

اب اس بات پہ رہیں کہ سارا کچھ میں ہی کر سکتا ہوں تو یہ آپ کا وہم ہے جتنا میں کر سکتا ہوں، اتنے آپ سارے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سلسلے عالیہ کی برکات ایسی ہیں کہ کوئی ساتھی جو ایک دفعہ یہاں سے لطائف سیکھ کر جاتا ہے کسی کو پاس بٹھا کر لطائف کرلے اس کے لطائف منور ہو جائیں گے۔ صاحب مجاز تو بہت بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ تائید ہوتی ہے مشائخ کی۔ وہ کرانے والے خود کراتے رہتے ہیں۔ کام ہوتا رہتا ہے۔ درمیان میں ایک لنک، اسٹیبلش کرنا ہوتا ہے صاحب مجاز کو درمیان میں ایک رابطے کی کڑی ہوتا ہے۔ وہ تو ایک پلگ کا خو ہے۔ جہاں وہ بیٹھا ہوگا وہاں سے وہ لگا دے گا۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس ضمن میں آپ حضرات کو جسقدر کام کرنا چاہیئے تھا مجھے اتنا نظر نہیں آیا میں یہ سمجھا ہوں کہ آپ نے تصور ٹھا کیا ہے اور آپ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ سارا میں کرلوں۔ حالانکہ میں بھی ایک مشت عبار ایک عام آدمی ہوں۔ آپ سے کوئی بڑھ کر نہیں ہوں میں۔ ہر طرح سے ایک عام انسان ہوں میری اپنی ذمہ داری ہے بحمد اللہ میں اس کیلئے کوشش کرتا رہتا ہوں آپ کی بھی اپنی ذمہ داریاں ہیں آپ بھی سارے صاحب مجاز اتنے ہی مکلف ہیں پھر دوسرے دوستوں میں جو ضلعی امرا ہیں جتنے جتنے ساتھی کسی گاؤں میں کوئی چار ساتھیوں کو ذکر کراتا ہے یا کسی نے ذمہ داری سنبھالی ہے۔ تو اپنی اپنی ذمہ داری کو ہر ساتھی محسوس کرے۔ جو کچھ بھی نہیں ہے وہ بھی ممبر تو ہے امین تو ہے وہ بھی سلسلے کا، اس کا بھی حق بنتا ہے اپنی حیثیت کے مطابق وہ اس کو آگے پہنچائے صرف اس لیے کہ اللہ کی مخلوق پھر سے اللہ کے دروازے پہ آئے درمیان میں سے وہ رکاوٹیں وہ باتیں جو انسانوں پر بوجھ اور بارگاہ الوہیت کے سامنے حجاب بنی ہوئی ہیں ان کو ہٹایا جائے اور پھر سے مسلمانوں کو رب کے روبرو کھڑا کیا جائے جو صحیح اسلام ہے۔ حقیقی اور اللہ سے بندوں کو روبرو اور با لمشافہ کیا جائے میری دعا بھی ہے اور مجھے امید بھی ہے کہ اتنی لمبی بات سے میں کم از کم آپ کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا ہوں کہ آپ ہمت کریں تو کام ہو سکتا ہے۔

اور تیسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم نے یہاں بیٹھ کر پوری دنیا پر روئے زمین پر اسے پھیلا لیا ہے اب ایک آدمی کے لیے روئے زمین پر ایک چیز کو سنبھالنا کنٹرول کرنا یہ کسی آدمی کی بس کی بات نہیں یہ تو اللہ کریم ہی کر سکتا ہے۔ جماعت ہی کر سکتی ہے۔ یہ فرض کا کام نہیں اسلیے آپ سب حضرات فکر کرینگے تو کوئی مشرق کو جائے گا کوئی مغرب کو کسی کو کسی طرف کسی کو کسی طرف۔ تو اب بنگلہ دیش والے ساتھیوں کا تقاضا ہے اس آدمی[1] کو اللہ کریم تھائی لینڈ سے لے آیا ہے کہاں تھائی لینڈ ہے اس کا تقاضا اپنی جگہ پہ ہے برطانیہ سے پھر خط آیا ہے کہ ہم نے جو تنے ذکر کے مرکز بنائے ہیں ان کے لیے آپ کی ضرورت ہے تھوڑا سا وقت نکالیں۔ کینیڈا والوں کا پھر خط آیا کہ یہاں تو ہمیں پہلی دفعہ روشنی کی کرن نظر آئی ہے کچھ صحیح باتیں نصیب ہوئی ہیں آپ ہمارے لیے وقت نکالیں اور بات بھی حق ہے کہ ہم اگر گھوم پھر کر سرگودھا منارہ چکوال ہی پھرتے رہیں تو یہ اللہ کی اس وسیع کائنات میں کون بتائے گا یہ ہماری بات رہی بات نہیں ہے اس لیے کہ آپ ۷۴ صاحب مجاز حضرات ہیں، ۷۴ آدمی تو ایک پوری فوج ہوتی ہے۔ اگر ۷۴ آدمی ملک میں صحیح طور پر کام کریں تو میرا خیال ہے اگر میں چار دن بھی یہاں آکر مرکز میں ٹھہروں تو سارے لوگ ان چار دنوں میں مجھ سے مستفید ہو سکتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ میں سارا سال یہاں گھوم پھر کر گزار دوں۔ میں اگر پوری دنیا میں وقت دوں اور آپ لوگ اس میں شراکت کریں تو میں وقت دے سکتا ہوں۔ اور اس کی یہی صورت بن سکتی ہے کہ آپ مجھے ایک ایک گاؤں ایک ایک قریے نہ لے جائیں آپ دو دن چار دن ایک مرکز رکھ لیں اگر قریب رکھتے ہیں مثلاً فیصل آباد رکھتے ہیں تو تین چار پانچ چھ ضلعوں کے لیے رکھ لیں۔ لاہور رکھتے ہیں تو لاہور پنجاب کے لیے کیوں نہیں رکھتے اسلام آباد رکھتے ہیں تو سارے نادرن پنجاب کے لیے کیوں نہیں رکھتے۔ پشاور رکھتے ہیں مردان سے لیکر کوہاٹ تک اس سارے ایریا کے لیے کیوں نہیں رکھتے۔ کسی ایک جگہ بیٹھ کر دو دن ملیں چار دن ملیں۔ چھ دن ملیں جتنی فرصت جس ساتھی کو ملے وہ اس سے بھرپور استفادہ کرے۔ رہا باقی کا کام تو جو جو صاحب مجاز حضرات وہاں ہیں وہ کریں۔ اسلیے کہ اگر ایسا نہیں ہو گا اور میرا سارا وقت یہیں خرچ ہو گا تو اس کے لیے ہمیں پھر باہر نکلنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اور اگر نہ نکلتے تو پھر وہ بھی کام تو نہ بنتا۔ ذمہ داری نبھانے کی بات ہے اس کے مکلف تو ہم ہیں اور میری خیال میں اس پوری دنیا کو آنی اشد ضرورت ہے۔ یہاں تو لوگ گناہ میں آلودہ ہو رہے ہیں اور وہ بیچارے کھڑے میں دھنس رہے ہیں۔ وہ بھی تو اللہ کی مخلوق ہے اپنا اپنا تاثر ہوتا ہے۔ میں تو وہاں عورتوں مردوں کو جب ننگا دیکھتا ہوں تو مجھے یہ خوف دامنگیر ہوتا ہے ان کے بارے ہم سے سوال ہو گا کہ یہ اولاد آدم تھی اور تمہاری ذمہ داری تھی۔ انہیں سمجھانا انہیں بتانا، حلال حرام آخرت، اللہ رسول کتاب دین۔ انسانیت کیا ہے کیا تم نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اور یہ امت مکلف ہے انسانیت کی قیادت، اس کو سمجھانے اور اس کو بچانے کی تو کیا ہم اپنی طرف سے اپنا حق ادا کر رہے ہیں؟ اپنی طرف سے سمجھا رہے ہیں؟ اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں؟ اگر نہیں پہنچا رہے ہے تو وہ صرف اکیلے نہیں جائیں گے وہ تو ہماری جواب طلبی بھی کرائیں گے کہ تم مسلمانوں نے انہیں بتایا اور ہم ہیں کہ ہم انہیں دیکھ کر اپنا لباس پھاڑنے کی فکر میں ہیں کتنی عجیب بات ہے کہ کس قدر ہم پستی میں چلے گئے۔ اس سارے کا علاج اس محنت اس مجاہدے میں ہے میرے خیال میں یہ بہت اچھی تجویز ہے آپ اس بات پہ خود غور فرمالیں۔ آپس میں بحث کر لیں۔ آپ کے پاس دو دن کی چھٹی ہے کل کا اور پرسوں کا اکثر لوگ یہاں ہیں مرشد آباد جانا ہے وہاں بھی آپ کا بیٹھنا ہو گا۔ یوں بھی ابھی کافی دن باقی ہیں۔ تو کسی قدر کوئی طریقہ کار ایسا وضع کر لیں کہ کوئی صحیح طریق بن جائے۔

اب رہی ایک آخری بات جو ابھی کرنل صاحب فرما رہے تھے کہ ساتھیوں کا خیال ہے انہیں میرے پاس بیٹھنے کا وقت نہیں ملتا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ان رسمی ملاقاتوں کا قائل نہیں ہوں۔ میرے پاس کوئی بیٹھے گا تو اسے کیا ملے گا کیا خصوصیت ہے میری۔ کچھ بھی تو نہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ چاہتے ہیں کہ آدھا گھنٹہ

---

[1] منصور صاحب جو تھائی لینڈ کے باشندے ہیں مسلمان ہیں اور دین کا کافی علم رکھتے ہیں۔ سالانہ اجتماع دارالعرفان میں ان کی یہ پہلی شمولیت ہے۔

یا گھنٹہ تو میں صبح ساڑھے سات بجے پونے آٹھ بجے آتا ہوں میرا کچھ وقت ڈاک کا ہوتا ہے۔ وہ بھی آپ ہی لوگوں کی ہے۔ آپ اس سے پہلے رکھ لیں یا بعد میں رکھ لیں۔ آپ پہلے رکھ لیں۔ میں آؤں تو جو ٹائم آپ کا ہے آپ آدھا گھنٹہ رکھیں گھنٹہ رکھیں پونا گھنٹہ رکھیں آپ اپنا وہ ٹائم رکھ لیں آپ کے اپنے ٹائم ہیں۔ ان میں ایڈجسٹ کر لیں تو گیارہ بجے تک ساڑھے گیارہ بجے تک پونے بارہ بجے تک یہاں ہوتا ہوں پھر آپ کے درس کے لیے اُٹھ کر آتا ہوں۔ درمیان کا وقت، کچھ میری ذاتی مصروفیات ہوتی ہیں۔ کچھ تھوڑا سا وقت مل گیا تو آرام کر لیا۔ پھر جب میں آتا ہوں تو عشاء کے بعد جاتا ہوں۔ آپ اپنا اس پروگرام میں ایڈجسٹ کر لیں مجھے بتا دیں آپ آٹھ سے گیارہ بجے کے درمیان کوئی وقت رکھ لیں جو میرے پروگرام ہیں انہیں میں آگے پیچھے کر لوں گا۔ آپ اپنے پروگرام میں ایڈجسٹ کر لیں میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہے لیکن اس کا ہو گا کیا۔ مجھے تو اس کی کوئی سمجھ نہیں آتی۔ آپ کو اس میں کوئی فائدہ نظر آتا ہے تو کر گزریں یہ بھی کر دیتے ہیں۔ اگر اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہو تو۔

داخلہ

صقارہ اکادمی دارالعرفان منارہ

اللہ کے فضل و کرم سے ہم نے ترقی کا سفر جاری رکھا ہے ۱۹۸۸ء میں آرٹس گروپ میٹرک میں اول و دوم پوزیشن حاصل کرنیکے بعد ۱۹۸۹ء میں ہمارے طلباء نے پہلی تینوں پوزیشنیں حاصل کی ہیں اور آٹھویں۔ ۱۰۰ فیصد طلباء نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔

آٹھویں میں داخلہ کے لیے درخواستیں درکار ہیں۔ پروگرام درج ذیل ہے۔

درخواستیں پہنچنے کی آخری تاریخ ______ ۵ر جنوری ۱۹۹۰ء

انٹرویو/ ٹسٹ (اسلامیات، اردو، حساب، انگریزی) ______ ۱۰ر جنوری ۱۹۹۰ء

نتیجہ برائے داخلہ ______ ۱۲ر جنوری ۱۹۹۰ء

داخلہ ______ ۱۵ر تا ۲۰ر جنوری ۱۹۹۰ء

امیدواروں کا ۱۰ بجے ۱۰ر جنوری تک پہنچنا ضروری ہے۔ ٹسٹ اسی روز اڑھائی بجے شروع ہو جائے گا۔ پراسپکٹس حاصل کرنے کے لیے ۳۰ روپے پوسٹل آرڈر / ڈرافٹ بنام صقارہ اکیڈمی مسلم کمرشل بنک منارہ روانہ فرمائیں۔

صقارہ اکادمی دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

If He can shower His blessings there, no one can stop Him from doing so here. Hadhrat Ibrahim (alaihi salam) was rewarded for his grand sacrifice when he put his knife on the throat of his son Hadhrat Ismael (alaihi salam). But Allah graciously allowed this Ummah to share this great reward only at the cost of slaughtering an animal. If He has blessed those who have gone there, He has not forsaken us, who are here.

On the other hand, we do not care for ourselves. We don't bother for our benefit or loss. We are blinded by the pursuit of vain desires and in that frenzy we forget that a flashy object can also be a snake and a piece of burning coal can also look like a diamond.

Wherever we are, we should turn towards Allah and implore Him to accept our repentence and bestow upon us the honour to visit His House and the Holy Prophet's shrine (SAW) and perform all Hajj rituals. He is able to do everything and can shower His blessings on everyone. We should become His obedient slaves so that He is well pleased with us. Every beat of our hearts should glorify His Name. Every organ of our body should become subservient to His Commands. Our foreheads should be constantly bowed at His door and our hands should remain raised in supplication before Him.

Oh our Lord! May we live with this and die on this and be raised alongwith people of such attributes. *Ameen.*

مکرمی ایڈیٹر "المرشد"

مندرجہ ذیل احباب کے نام المرشد بھجوا دیں، رقم بذریعہ ڈرافٹ بھجوا رہا ہوں۔

نام ______________________________

پتہ ______________________________

____

____

نوٹ: منی آرڈر، مدیر کی ڈاک شکایات آرا وغیرہ مذکورہ کتب خانہ کے پتہ پر ہی روانہ فرمائیں

اویسیہ کتب خانہ - الوہاب مارکیٹ - ۳۸/اردو بازار لاہور

House and surrendered myself there. Now, I surrender before You here, earnestly and completely and I accept my humbleness! "We should lower ourselves before Allah and not place ourselves against Him. We must acknowledge His supermacy over us. That is obligatory! If we donot achieve this, we have hardly any right to be called Muslims. Previously, the disbelievers were impressed by the conduct of the Muslims and embraced Islam but now even the Muslims feel averse to the religion due to the behaviour of other fellow Muslims. When our off springs grow up, they overtly criticize our conduct. " Look at our elders!" they say, they tell lies, work corruption, decieve others but advise us to become good. They remain in clubs themselves but ask us to remain home. They themselves gamble but expect us to become thrifty." When our own children abhore the paradox in our speech and conduct, how can any non Muslim be impressed by us. Our children trust us as long they are young but when they grow up and observe our character they develop genuine doubts about the truth and veracity of the entire religion. They remark scornfully,"if what our elders prohibit us, was really bad, they themselves won't be doing it."

The religious scholars maintain that it is better to remain in the country and send the heart to Makkah than to visit Makkah and leave the heart behind. May Allah accept the Hajj of those whom He has called to His House. He has, however, not deprived us, who are here. In His Infinite Mercy, He has blessed us to join those who are there. His Abounding Grace is equally showered on all.

We should stop criticizing others and take account of ourselves. Can we indulge in vice on the pretext that the whole society is corrupt? Can we justify our bad conduct on the plea that others are equally bad? Has it ever happened that someone chose to drown himself just because others were drowning? Does anyone willingly burn himself with others entrapped in fire? Then why do we advance this excuse to justify our character shortfalls? We are responsible for ourselves. We should present ourselves before Allah, submit to Him and earnestly beg forgiveness. We should try to protect and rescue at least ourselves from Divine retribution. If someone does not try for his salvation, he is doing himself a great harm. How can anyone expect any loyalty from someone who is not sincere to even himself. A person who is content with his own losses, would never care about others.

Let's entreat Allah to grant us the honour of visiting His House. Although we are physically thousands of miles away, but our hearts are not away from it. Allah is not far from us.

problem. Even in Chistianity, one can go to the priest and the pope; beyond that is the realm of Christ or God. In Judaism, too, a common man cannot speak directly to God, he has to confide in the rabbi, who would communicate on his behalf.

Islam is the only religion which places every human being, face to face, with his Creator. It is not the religion of any spiritual leader, religious scholar, monarch or a land lord only. It is the religion of every Muslim, rich or poor, alike. Every Muslim has a direct relationship with Allah and His Holy Prophet (SAW). Our division in numerous religious sects is the result of our effort to equate ourselves with Allah and the Holy Prophet (SAW). We preach to people to follow Allah, His Messenger (SAW) and us. We simply ask people to accept and follow our personal interpretation of the religion. Similarly, the other sects exhort the masses to follow their way and interpretation. Now why should anyone follow you or me? Every one has the right to have his own choice and opinion. Religion denotes his relationship with Allah and the Holy Prohpet (SAW). He has the right to maintain and claim it in his own way. He has an equal right to directly stand before his Lord and communicate with Him. How can any body close the door which Allah has kept open for His slaves?

The greatest favour of the religious scholars is the communication of Divine Commands and instructions of the Holy Prophet (SAW) to us in their pristine purity. But if they colour the religious teachings with their own interpretation, we would not accept anything from them and instead, turn to someone who presents pure religion. Similarly, the Mashaikh (spiritual guides) are the custodians of Prophetic blessings. If they really possess that treasure, then we are sure to get some light and love in their company. But if they, too, distribute rancour and hatred, where else would we get the love from?

Islam is the Message of love. It enjoins kindness even for a disbeliever and prohibits oppression and transgression against an infidel. We cannot cross the bounds of justice particularly when dealing with Muslims. But if we are not prepared to restrict ourselves within the Divine limits, then in my opinion, this effort entailing expenditure and hardship would bear no fruit.

I am not trying to dissuade you from Hajj. You must perform Hajj but you should first prepare yourself here, consciously and deliberately, for that absolute surrender before Allah. If you cannot reach His House in Makkah, then speak to Him from your mosque. That, too, is His House. " Oh my Lord! Had You given me the resources, I would have come to Your

both facts are based on the statement of the Holy Prophet (SAW). If we trust his one statement why do'nt we believe the other?

The second point which merits consideration is that every action is the outcome of an inner motive . If the motive is not satisfied, its related effort becomes doubly tiresome and fatiguing. Let's say some people come here to meet me on a Friday, when perchance I am not present. They may offer their Friday prayers here, but would return disappointed because they had come with a definite aim of meeting some one . Non achievement of this aim would render their journey doubly fatiguing . But if they achieve their aim and meet the desired person, they would feel that their effort has been duly rewarded and they would return satisfied. Similarly, the real purpose of Hajj must be achieved, otherwise all the physical and financial effort would cause us only fatigue and disappointment.

We need to place all our previous deeds before Allah and submit: "Oh my Lord, this is the doing of my entire life. I am Your humble slave. I surrender my will and purpose before You. My thought and actions would be subservient to Your Will. I shall do what You permit and would refrain from what You prohibit. Today, I end my self rule and accept your Absolute Sovereignty". If we donot achieve this and perform Hajj even fifty times, we have actually gained nothing. We have told a lie before Allah and rendered ourselves blameworthy. We did not reform ourselves even after so much of physical and financial hardship. We made a false covenant with Allah and did not keep it. We did not care about our promise and shamelessly turned back on our words.

Allah has placed Hajj at the fouth priority. But have we attended to the first three obligations? Have we climbed the first three steps before attempting the fourth? Have we constructed the other three walls of our religious house before starting the fourth? Do we intend starting them today alongwith the fourth, if they already do not exist, or are we trying to put the roof only on one wall?

Islam is a simple, direct and practical religion, free from every type of doubt and deception. The basic difference between Islam and the other false religions is, that Islam establishes a direct link between Allah and His slave whereas all other religions block this direct communication. In hinduism, a commoner can only apporach a brahmin, he has no access to the false deities and powers. That is the problem of the brahmin alone. Similarly, in the budhist cult, a common person has no access beyond the budha. In Tibet, one can only see the lama, after that it is not his

both facts are based on the statement of the Holy Prophet (SAW). If we trust his one statement why do'nt we believe the other?

The second point which merits consideration is that every action is the outcome of an inner motive . If the motive is not satisfied, its related effort becomes doubly tiresome and fatiguing. Let's say some people come here to meet me on a Friday, when perchance I am not present. They may offer their Friday prayers here, but would return disappointed because they had come with a definite aim of meeting some one . Non achievement of this aim would render their journey doubly fatiguing . But if they achieve their aim and meet the desired person, they would feel that their effort has been duly rewarded and they would return satisfied. Similarly, the real purpose of Hajj must be achieved, otherwise all the physical and financial effort would cause us only fatigue and disappointment.

We need to place all our previous deeds before Allah and submit: "Oh my Lord, this is the doing of my entire life. I am Your humble slave. I surrender my will and purpose before You. My thought and actions would be subservient to Your Will. I shall do what You permit and would refrain from what You prohibit. Today, I end my self rule and accept your Absolute Sovereignty". If we donot achieve this and perform Hajj even fifty times, we have actually gained nothing. We have told a lie before Allah and rendered ourselves blameworthy. We did not reform ourselves even after so much of physical and financial hardship. We made a false covenant with Allah and did not keep it. We did not care about our promise and shamelessly turned back on our words.

Allah has placed Hajj at the fouth priority. But have we attended to the first three obligations? Have we climbed the first three steps before attempting the fourth? Have we constructed the other three walls of our religious house before starting the fourth? Do we intend starting them today alongwith the fourth, if they already do not exist, or are we trying to put the roof only on one wall?

Islam is a simple, direct and practical religion, free from every type of doubt and deception. The basic difference between Islam and the other false religions is, that Islam establishes a direct link between Allah and His slave whereas all other religions block this direct communication. In hinduism, a commoner can only apporach a brahmin, he has no access to the false deities and powers. That is the problem of the brahmin alone. Similarly, in the budhist cult, a common person has no access beyond the budha. In Tibet, one can only see the lama, after that it is not his

the goverment despatched the collectors in the month of Rajab, so that every one in the distant areas knew about their arrival and could deposit the Zakat with them. Therefore, it is not correct to maintain that Zakat is payable only in the month of Rajab.

Similar is the case of Hajj. Every Muslim, who can afford, should visit the House of Allah and perform its rituals there. Every worship has an inner reality and an outer form. The reality of Hajj, expressed in plain words, is the unqualified surrender before Allah. Whatever some one might have done previously, good or bad, right or wrong, he now divorces his self importance, enshrouds himself in two unstitched sheets of cloth offers two cycles of prayers, comes to the House of Allah and throws himself before his Lord in total surrender and submission. He acknowledges all his past crimes, entreats Divine forgiveness and promises with his Master to spend his remaining life according to His injuctions. This acknowledgement and declaration of surrender is real Hajj. Such surrender is only once, therefore, only one Hajj is obligatory during the whole life. If some one does not honour this covenant with his Lord, he may perform Hajj ten times, it won't make any difference to him. He will remain the same.

But, is Hajj the exclusive privilege of the affluent Muslims? No! while the rich avail this opportunity only once during their lives, the poor are entitled to this honour everyweek, on Friday. It is a grand Divine favour. I fail to understand why we donot believe this. After all, who informed us that Hajj means the performance of certain religious rituals in the House of Allah, at Makkah? Obviously, it has been stated by the Messeger of Allah (SAW). Now, when the same exalted Messenger of Allah (SAW) states that if we do not possess the resources to visit Makkah, we can still perform the Hajj on every Friday, what reason do we have to disbelieve this statement?

The Holy Prophet (SAW) has said that anyone who engages himself in Allah's zikr or recitation of the Quran, after the morning prayer in the mosque, then offers two or four nafal (supplemental prayers) before leaving, he earns the reward of one Hajj and one Umrah (minor Hajj). A Muslim, can therefore, perform one Hajj and one Umrah every day, without any journey, expenditure or effort. Similarly, a Muslim leaves his job, prepares himself and offers congregational Friday prayers in the mosque. According to the Holy Prophet (SAW) that is the poor man's Hajj! If he is unable to perform the Hajj daily, he can at least do it once a week. If we donot trust this, what proof do we have that we can perform Hajj in Makkah? Obviously,

HAJJ OF THE POOR AND THE RICH

by Maulana Muhammad Akram Awan

Performance of Hajj is a life time ambition of all of us and we make all possible efforts for its fulfilment. Every year, millions of Muslims of diverse colours, languages, nations and countries converge in Makkah to discharge this obligatory religious duty. But, what is this Hajj after all ?

Hajj is one of the five basic pillars of Islam. The first pillar is 'Kalimah' (proclamation of faith) which comprises confession of Allah's Absolute Divinity and prophethood of the Holy Prophet Muhammad (Sall Allah-o-Alaihi wa sallam). The second pillar is the five time daily 'Salah' (prayers), third is the fast during the month of Ramadhan, fourth is the Hajj and fifth is Zakat (payment of poor-due). Hajj and Zakat are arranged at serial four and five respectively because they are not obligatory for all muslims except those who possess sufficient financial resources. Hajj is obligatory only for that Muslim who can sustain it both physically and financially. He should be healthy enough to perform all rituals properly and wealthy enough to bear all his expenses himself and also arrange sustenance for his family for the period of his absence. If he is unable to fulfil both conditions simultaneously, he is absolved of this religious obligation. Similarly, only that person is charged with Zakat who accumulates certain amount of money over a year. Thereafter, he is required to pay one rupee per forty unspent rupees to the poor and the needy. It is also not necessary to pay the Zakat in the month of Rajab only. It is payable whenever the unspent amount completes a year, whether in the month of Shaban or Ramadhan. Therefore, in Islam, Zakat is collected and distributed throughout the year,because it is payable by different people at different times. It is also payable on the ornaments (silver and gold), the animals and the business according to prescribed rates. In the earlier times, due to paucity of means of communications,

ہماری مطبوعات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

○ تصوف

- تعارف —— ۵/- روپے
- دلائل السلوک (اردو) —— ۶۰/- روپے
- دلائل السلوک (انگریزی) —— ۱۰۰/- روپے
- اسرار الحرمین —— ۱۵/- روپے
- عقائد و کمالات علماء دیوبند —— ۱۰/- روپے
- علم و عرفان —— ۵/- روپے

○ حیات بعد الموت :

- سیف اویسیہ —— ۱۰/- روپے
- حیاتِ برزخیہ —— ۳۰/- روپے
- حیاتِ انبیاء —— ۱۵/- روپے
- حیاتُ النبیؐ —— ۱۵/- روپے

○ شیعیت ۔ تحقیقی مطالعہ :

- الدین الخالص —— ۳۰/- روپے
- ایمان بالقرآن —— ۲۵/- روپے
- تحذیر المسلمین —— ۴۰/- روپے
- تفسیر آیات اربعہ —— ۱۰/- روپے
- تحقیق حلال و حرام —— /- روپے
- حرمتِ ماتم —— ۱۰/- روپے
- ایجادِ مذہب شیعہ —— /- روپے
- شکست اعدائے حسین رضؓ —— ۱۰/- روپے
- دامادِ علی رضؓ —— ۲۰/- روپے
- بناتِ رسولؐ —— ۱۰/- روپے
- الجمال والکمال —— ۱۰/- روپے
- عقیدۂ امامت اور اس کی حقیقت —— ۵/- روپے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

- اسرار التنزیل حصہ اول —— ۶۰/- روپے
- " " (مجلد) حصہ دوم —— ۱۰۰/- روپے
- دیارِ حبیب میں چند روز —— ۱۰/- روپے
- ارشاد السالکین (اول) —— ۱۵/- روپے
- ارشاد السالکین (دوم) —— ۵/- روپے
- ارشاد السالکین (انگریزی) —— ۱۵/- روپے
- امیر معاویہ رضؓ —— ۱۰/- روپے
- راہی کرب و بلا —— ۵/- روپے
- عصرِ حاضر کا امام —— ۵/- روپے
- شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد —— ۵/- روپے
- حیاتِ طیبہ (انگریزی) —— ۱۰/- روپے
- نور و بشر کی حقیقت —— ۵/- روپے

پروفیسر حافظ عبد الرزاق ایم اے اسلامیات و عربی

- ذکر اللہ (عربی) —— ۵/- روپے
- لغزشیں —— ۱۰/- روپے
- اطمینانِ قلب —— /- روپے
- تصوف و تعمیر سیرت —— ۱۵/- روپے
- کس لیے آئے تھے؟ —— ۱۰/- روپے
- خدایا ایں کرم بار دگر کن —— ۱۰/- روپے
- بزمِ انجم —— ۲۰/- روپے
- دین و دانش —— ۱۰/- روپے
- کونوا عباد اللہ —— ۵/- روپے
- انوار التنزیل —— /- روپے
- مغالطے —— ۱۵/- روپے

سول ایجنٹ ◎ **اویسیہ کتب خانہ**
الوہاب مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار لاہور